سُوْرَةُ النَّبَاِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ نبا مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چالیس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝۱ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝۲ الَّذِيْ هُمْ

کیا بات پوچھتے ہیں لوگ آپس میں ف۱ پوچھتے ہیں اُس بڑی خبر سے جس میں وہ

فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۝۳ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝۴ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝۵

مختلف ہیں ف۲ ہرگز نہیں اب جان لینگے پھر بھی ہرگز نہیں اب جان لینگے ف۳

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝۶ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۝۷ وَّخَلَقْنٰكُمْ

کیا ہم نے نہیں بنایا زمین کو بچھونا ف۴ اور پہاڑوں کو میخیں ف۵ اور تم کو بنایا ہم نے

اَزْوَاجًا ۝۸ وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝۹ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۝۱۰

جوڑے جوڑے ف۶ اور بنایا نیند کو تمہاری تکان دفع کرنے کیلئے ف۷ اور بنایا رات کو اوڑھنا ف۸

وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝۱۱ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝۱۲

اور بنایا دن کمائی کرنے کو ف۹ اور چُنے ہم نے تم سے اُوپر سات چنائی مضبوط ف۱۰

وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۝۱۳ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً

اور بنایا ایک چراغ چمکتا ہوا ف۱۱ اور اُتارا نچڑنے والی بدلیوں سے پانی کا

ثَجَّاجًا ۝۱۴ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ۝۱۵ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ۝۱۶ اِنَّ

ریلا ف۱۲ تاکہ ہم نکالیں اُس سے اناج اور سبزہ اور باغ پتوں میں لپٹے ہوئے ف۱۳ بیشک

يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ۝۱۷ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ

دن فیصلے کا ہے ایک وقت ٹھہرا ہوا ف۱۴ جس دن پھونکی جائے صور پھر تم چلے آؤ

اَفْوَاجًا ۝۱۸ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ۝۱۹ وَّسُيِّرَتِ

جُٹ کے جُٹ ف۱۵ اور کھولا جائے آسمان تو ہو جائیں اُس میں دروازے ف۱۶ اور چلائے جائیں گے

ف۱ یعنی لوگ کس بات کا کھوج لگانے اور کس چیز کی تحقیق و تفتیش میں مشغول ہیں۔ کیا اُن میں ایسی استعداد ہے کہ بہت پوچھ پاچھ کرنے سے وہ چیز اُن کی سمجھ میں آجائیگی؟ ہرگز نہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ کفار جو ازراہ انکار و استہزاء آپس میں ایک دوسرے سے نیز پیغمبر اور مومنین سے سوال کرتے ہیں کہ ہاں صاحب! وہ قیامت کب آئیگی؟ اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے؟ ابھی کیوں نہیں آجاتی؟ جانتے ہو یہ کس چیز کی نسبت سوال کر رہے ہیں؟ وہ بہت عظیم الشان چیز ہے جس کا علم ان کو عنقریب ہو جائیگا، جب اپنی آنکھ سے اُسکے ہولناک مناظر دیکھینگے۔ ف۲ یعنی قیامت کی خبر جس میں لوگوں کا اختلاف ہے کوئی اسکے آنے پر یقین رکھتا ہے، کوئی منکر ہے کوئی شک میں پڑا ہے، کوئی کہتا ہے بدن اُٹھیگا، کوئی کہتا ہے کہ سب عذاب و ثواب روح پر گزریگا بدن سے کچھ تعلق نہیں۔ الیٰ غیر ذٰلک من الاختلافات۔ ف۳ یعنی پیغمبروں نے ابتداء دنیا سے آج تک بہت کچھ سمجھایا، مگر لوگ اپنے اختلافات اور پوچھ پاچھ سے ہرگز ہرگز باز آنیوالے نہیں۔ اب قریب ہے کہ وہ ہولناک منظر ان کے سامنے آجائے اُس وقت جان لینگے کہ قیامت کیا چیز ہے اور اُن کے سوالات و اختلافات کی حیثیت کیا تھی۔

ف۴ جس پر سکون و اطمینان سے آرام کرتے اور کروٹیں بدلتے ہیں۔

ف۵ جیسا کسی چیز میں میخ لگا دینے سے وہ چیز اپنی جگہ سے نہیں ہلتی۔ ایسے ہی ابتداء میں زمین جو کانپتی اور لرزتی تھی، اللہ نے پہاڑ پیدا کرکے اُس کے اضطراب اور کپکپی کو دُور کیا۔ گویا زمین کو ایک طرح کا سکون پہاڑوں سے حاصل ہوا۔

ف۶ یعنی مرد کے سکون و راحت کے لئے عورت کو اُس کا جوڑا بنایا۔ "وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا" (روم۔ رکوع ۳) یا ازواج سے مُراد طرح طرح کی اشکال و الوان وغیرہ ہوں۔

ف۷ یعنی دن بھر کی دَوڑ دھوپ سے تھک کر جب آدمی نیند لیتا ہے تو سب تعب اور تکان دُور ہو جاتا ہے گویا نیند تو نام ہی سکون و استراحت کا ہے، آگے نیند کی مناسبت سے رات کا ذکر کرتے ہیں۔

ف۸ جیسے آدمی کپڑا اوڑھ کر اپنے بدن کو چُھپا لیتا ہے۔ اسی طرح رات کی تاریکی مخلوق کی پردہ داری کرتی ہے اور جو کام چُھپانے کے لائق ہوں عموماً رات کے اندھیرے میں کئے جاتے ہیں۔ اور حسّی طور پر بھی شب کو کپڑا اوڑھنے کی ضرورت دن سے زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ نسبتاً وہ وقت خنکی اور ٹھنڈک کا ہوتا ہے۔

ف۹ یعنی عموماً کاروبار اور کمائی کے دھندے دن میں کئے جاتے ہیں جن کا مقصد یہی ہے کہ اپنی اور اپنے بال بچوں کی حوائج کی طرف سے دل کو سکون و اطمینان نصیب ہو۔ آگے رات دن کی مناسبت سے آسمانوں اور سُورج کا ذکر فرماتے ہیں۔ یا یوں کہو کہ زمین کے مقابل آسمان کا بیان ہے۔

ف۱۰ یعنی سات آسمان بہت مضبوط بنائے۔ جن میں آج تک اس قدر مدّت گذرنے کے باوجود کوئی رخنہ نہیں پڑا۔

ف۱۱ یعنی آفتاب جس میں روشنی اور گرمی دونوں وصف موجود ہیں۔

ف۱۲ نچڑنے والی بدلیاں یا نچوڑنے والی ہوائیں۔

ف۱۳ یعنی نہایت گنجان اور گھنے باغ، یا یہ مُراد ہو کہ ایک ہی زمین میں مختلف قسم کے درخت اور باغ پیدا کئے۔ (تنبیہ) قدرت کی عظیم الشان نشانیاں بیان فرما کر بتلا دیا کہ جو خدا ایسی قدرت و حکمت والا ہے، کیا اُسے تمہارا دوسری مرتبہ پیدا کر دینا اور حساب و کتاب کے لئے اٹھانا کچھ مشکل ہوگا؟ اور کیا اُس کی حکمت کے یہ بات منافی نہ ہوگی کہ اتنے بڑے کارخانہ کو یوں ہی خلط ملط بے نتیجہ پڑا چھوڑ دیا جائے۔ یقیناً دنیا کے اس طویل سلسلہ کا کوئی صاف نتیجہ اور انجام ہونا چاہیئے اُسی کو ہم "آخرت" کہتے ہیں۔ جس طرح نیند کے بعد بیداری اور رات کے بعد دن آتا ہے، ایسے ہی سمجھ لو کہ دنیا کے خاتمہ پر آخرت کا آنا یقینی ہے۔

ف۱۴ فیصلہ کا دن وہ ہوگا جس میں نیک کو بد سے بالکلیہ الگ کر دیا جائے کہ کسی قسم کا اشتراک و اجتماع باقی نہ رہے ہر نیکی اپنے معدن میں اور ہر بدی اپنے مرکز پر جا پہنچے۔ ظاہر ہے کہ ایسا کامل امتیاز و افتراق اس دنیا میں نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہاں رہتے ہوئے زمین، آسمان، چاند، سُورج، رات دن، سونا جاگنا، بارش بادل، باغ کھیت، اور بیوی بچے تمام نیکوں اور بدوں میں مشترک ہیں ہر کافر اور مُسلم اِن سامانوں سے یکساں منتفع ہوتا ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ "یوم الفصل" ایک دن موجودہ نظامِ عالم کے ختم کئے جانے کے بعد ہو۔ اُس کا تعین اللہ کے علم میں ٹھہرا ہوا ہے۔

ف۱۵ یعنی کثرت سے الگ الگ جماعتیں اور ٹولیاں بن کر جن کی تقسیم ان کے ممتاز عقائد و اعمال کی بناء پر ہوگی۔

ف۱۶ یعنی آسمان پھٹ کر ایسا ہو جائے گا گویا دروازے ہی دروازے ہیں۔ شاید اُس کی طرف اشارہ ہے جو دوسری جگہ فرمایا "وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا" (فرقان۔ رکوع ۳)

الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿٢٠﴾ إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾ لِّلطَّٰغِينَ
پہاڑ تو ہوجائینگے چمکتا ریتاف۱ بیشک دوزخ ہے تاک میں شریروں کا

مَآبًا ﴿٢٢﴾ لَّٰبِثِينَ فِيهَآ أَحْقَابًا ﴿٢٣﴾ لَّا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا
ٹھکانا ف۲ رہا کریں اس میں قرنوں ف۳ نہ چکھیں وہاں کچھ مزہ ٹھنڈک کا

وَلَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾ إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ﴿٢٥﴾ جَزَآءً وِفَاقًا ﴿٢٦﴾
اور نہ پینا ملے کچھ مگر گرم پانی اور بہتی پیپ ف۴ بدلہ ہے پورا

إِنَّهُمْ كَانُوا۟ لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ﴿٢٧﴾ وَكَذَّبُوا۟ بِـَٔايَٰتِنَا كِذَّابًا ﴿٢٨﴾
اُن کو توقع نہ تھی حساب کی اور جھٹلاتے تھے ہماری آیتوں کو مکر کر ف۵

وَكُلَّ شَىْءٍ أَحْصَيْنَٰهُ كِتَٰبًا ﴿٢٩﴾ فَذُوقُوا۟ فَلَن نَّزِيدَكُمْ
اور ہر چیز ہم نے گن رکھی ہے لکھ کر ف۶ اب چکھو کہ ہم نہ بڑھاتے جائینگے تم پر

إِلَّا عَذَابًا ﴿٣٠﴾ إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ﴿٣١﴾ حَدَآئِقَ وَأَعْنَٰبًا ﴿٣٢﴾ ع ١ ٣
مگر عذاب ف۷ بیشک ڈر والوں کو ان کی مُراد ملنی ہے باغ ہیں اور انگور

وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ﴿٣٣﴾ وَكَأْسًا دِهَاقًا ﴿٣٤﴾ لَّا يَسْمَعُونَ فِيهَا
اور نوجوان عورتیں ایک عمر کی سب ف۸ اور پیالے چھلکتے ہوئے ف۹ نہ سُنیں گے وہاں

لَغْوًا وَلَا كِذَّٰبًا ﴿٣٥﴾ جَزَآءً مِّن رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿٣٦﴾ رَّبِّ
بک بک اور نہ مکرانا ف۱۰ بدلہ ہے تیرے رب کا دیا ہوا حساب سے ف۱۱ جو رب ہے

السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمَٰنِ لَا يَمْلِكُونَ
آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ اُن کے بیچ میں ہے بڑی رحمت والا ف۱۲ قدرت نہیں کہ کوئی

مِنْهُ خِطَابًا ﴿٣٧﴾ يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَٰٓئِكَةُ صَفًّا
اُس سے بات کرے ف۱۳ جس دن کھڑی ہو روح اور فرشتے قطار باندھ کر ف۱۴

لَّا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿٣٨﴾
کوئی نہیں بولتا مگر جس کو حکم دیا رحمٰن نے اور بولا بات ٹھیک ف۱۵

ف۱ جیسے چمکتی ریت پر دُور سے پانی کا گمان ہوجاتا ہے، ایسے ہی ان پر پہاڑوں کا گمان ہوگا۔ حالانکہ واقع میں وہ پہاڑ نہیں رہینگے محض ریت کے تودے رہ جائینگے۔

ف۲ یعنی دوزخ شریروں کی تاک میں ہے اور اُن ہی کا ٹھکانا ہے۔

ف۳ جن کا کوئی شمار نہیں۔ قرن پہ قرن گزرتے چلے جائینگے۔ اور اُن کی مصیبت کا خاتمہ نہ ہوگا۔

ف۴ یعنی نہ ٹھنڈک کی راحت پائینگے، نہ کوئی خوشگوار چیز پینے کو ملیگی۔ ہاں گرم پانی ملیگا جس کی سوزش سے منہ جھلس جائینگے اور آنتیں کٹ کر پیٹ سے باہر آپڑینگی اور دوسری چیز پیپ ملیگی جو دوزخیوں کے زخموں سے نکل کر بہے گی۔ اعاذنا اللہ منہا ومن سائر انواع العذاب فی الدنیا والآخرۃ۔

ف۵ یعنی جس چیز کی اُمید اُن کو نہ تھی وہ ہی سامنے آئی۔ اور جس بات کو جھٹلاتے تھے آنکھوں سے دیکھ لی۔ اب دیکھیں کیسے جھٹلاتے اور مُکرتے ہیں۔

ف۶ یعنی ہر چیز اللہ کے علم میں ہے اور اُسی علم محیط کے موافق دفاتر میں باقاعدہ مندرج ہے۔ کوئی نیک و بد عمل اُس کے احاطہ سے باہر نہیں۔ رتی رتی کا بھگتان کیا جائیگا۔

ف۷ یعنی جیسے تم تکذیب و انکار میں برابر بڑھتے چلے گئے اور اگر بے اختیار موت نہ آجاتی تو ہمیشہ بڑھتے ہی چلے جاتے۔ اب پڑے عذاب کا مزہ چکھتے رہو۔ ہم بھی عذاب بڑھاتے ہی چلے جائینگے۔ جس میں کبھی تخفیف نہ ہوگی۔

ف۸ یعنی نوخاستہ عورتیں جن کی جوانی پورے اُبھار پر ہوگی، اور سب ایک ہی سن و سال کی ہونگی۔

ف۹ یعنی شراب طہور کے لبریز جام۔

ف۱۰ یعنی جنت میں بیہودہ بکواس یا جھوٹ فریب کچھ نہ ہوگا۔ نہ کوئی کسی سے جھگڑیگا کہ جھوٹ بولنے اور مُکرنے کی ضرورت پیش آئے۔

ف۱۱ یعنی رتی رتی کا حساب ہوکر بدلہ ملیگا اور بہت کافی بدلہ ملیگا۔

ف۱۲ یہ بدلہ بھی محض بخشش اور رحمت سے ہے ورنہ ظاہر ہے، اللہ پر کسی کا قرض یا جبر نہیں۔ آدمی اپنے عمل کی بدولت عذاب سے بچ جائے یہ ہی مشکل ہے رہی جنت، وہ تو خالص اُس کے فضل و رحمت سے ملتی ہے اُس کو ہمارے عمل کا بدلہ قرار دینا یہ دوسری ذرہ نوازی اور عزت افزائی ہے۔

ف۱۳ یعنی باوجود اس قدر لطف و رحمت کے عظمت و جلال ایسا ہے کہ کوئی اُس کے سامنے لب نہیں ہلا سکتا۔

ف۱۴ روح فرمایا جانداروں کو یا "روح القدس" (جبریل) مُراد ہوں اور بعض مفسرین کے نزدیک وہ روح اعظم مُراد ہے جس سے بیشمار رُوحوں کا انشعاب ہوا ہے۔ واللہ اعلم۔

ف۱۵ یعنی اُس کے دربار میں جو بولیگا اُس کے حکم سے بولیگا۔ اور بات بھی وہ ہی کہیگا، جو ٹھیک اور معقول ہو مثلاً کسی غیر مستحق کی سفارش نہ کریگا۔ مستحق سفارش کے وہ ہی ہیں جنہوں نے دنیا میں سب باتوں سے زیادہ سچی اور ٹھیک بات کہی تھی یعنی لا الٰہ الا اللہ۔

ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿٣٩﴾ اِنَّآ

وہ دن ہے برحق پھر جو کوئی چاہے بنا رکھے اپنے رب کے پاس ٹھکانا ف۱ ہم نے

اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ

خبر سنا دی تم کو ایک آفت نزدیک آنیوالی کی جس دن دیکھ لیگا آدمی جو آگے بھیجا اُسکے ہاتھوں نے ف۲

وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿٤٠﴾

اور کہیگا کافر کسی طرح میں مٹی ہوتا ف۳

ع ٢

سُوْرَةُ النّٰزِعٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتٌّ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ نازعات مکّہ میں نازل ہوئی اس کی چھیالیس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ﴿١﴾ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ﴿٢﴾ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ﴿٣﴾

قسم ہے گھسیٹ لانیوالوں کی غوطہ لگا کر ف۴ اور بند چھڑا دینے والوں کی کھول کر ف۵ اور پیرنے والوں کی تیزی سے

فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ﴿٤﴾ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ﴿٥﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ﴿٦﴾

پھر آگے بڑھنے والوں کی دوڑ کر ف۶ پھر کام بنانے والوں کی حکم سے ف۷ جس دن کانپے کانپنے والی ف۸

تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ﴿٧﴾ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ﴿٨﴾ اَبْصَارُهَا

اُس کے پیچھے آئے دوسری ف۹ کتنے دل اُس دن دھڑکتے ہیں اُن کی آنکھیں

خَاشِعَةٌ ﴿٩﴾ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ﴿١٠﴾ ءَاِذَا كُنَّا

جھک رہی ہیں ف۱۰ لوگ کہتے ہیں کیا ہم پھر آئیں گے اُلٹے پاؤں کیا جب ہم ہو چکیں

عِظَامًا نَّخِرَةً ﴿١١﴾ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ﴿١٢﴾ فَاِنَّمَا

ہڈیاں کھوکھری بولے تو تو یہ پھر آنا ہے ٹوٹے کا ف۱۱ سو وہ تو

هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿١٣﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴿١٤﴾ هَلْ اَتٰكَ

صرف ایک جھڑکی ہے پھر تبھی وہ آ رہیں میدان میں ف۱۲ کیا پہنچی ہے تجھ کو

وقف لازم ‏ وقف لازم ‏ وقف لازم

ف۱ یعنی وہ دن آنا تو ضروری ہے - اب جو کوئی اپنی بہتری چاہے اس وقت کی تیاری کر رکھے -

ف۲ یعنی سب اچھے بُرے ، اگلے پچھلے اعمال سامنے ہونگے -

ف۳ یعنی مٹی ہی رہتا آدمی نہ بنتا کہ آدمی بنکر ہی اس حساب و کتاب کی مصیبت میں گرفتار ہونا پڑا -

ف۴ یعنی اُن فرشتوں کی قسم جو کافر کی رگوں میں گھس کر اُس کی جان سختی سے گھسیٹ کر نکالیں -

ف۵ یعنی جو فرشتے مؤمن کے بدن سے جان کی گرہ کھول دیں پھر وہ اپنی خوشی سے عالمِ پاک کی طرف دَوڑے - جیسے کسی کے بند کھول دیئے جائیں تو آزاد ہو کر بھاگتا ہے - مگر یاد رہے یہ ذکر روح کا ہے بدن کا نہیں نیک خوشی سے عالمِ قدس کی طرف دَوڑتا ہے ، بَد بھاگتا ہے ، پھر گھسیٹا جاتا ہے -

ف۶ یعنی جو فرشتے روحوں کو لے کر زمین سے آسمان کی طرف اس سُرعت و سہولت سے چلتے ہیں گویا بے روک ٹوک پانی پر تیر رہے ہیں - پھر اُن ارواح کے باب میں جو خدا کا حکم ہوتا ہے اسکے امتثال کے لئے تیزی کے ساتھ دَوڑ کر آگے بڑھتے ہیں -

ف۷ یعنی اُس کے بعد اُن ارواح کے متعلق ثواب کا حکم ہو یا عقاب کا دونوں امروں میں سے ہر امر کی تدبیر و انتظام کرتے ہیں یا مطلقاً وہ فرشتے مُراد ہوں جو عالمِ تکوین کی تدبیر و انتظام پر مسلط ہیں - والظاہر ہو الاول "والنّٰزعٰت" "والنّٰشطٰت" وغیرہ کی تعیین میں بہت اقوال ہیں - ہم نے مترجم رحمہ اللہ کے مذاق پر تقریر کر دی -

ف۸ یعنی زمین میں بھونچال آئے پہلی دفعہ صور پھنکنے سے -

ف۹ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی لگا تار (یکے بعد دیگرے) بھونچال چلے آئیں" اور اکثر مفسّرین نے "رادفہ" سے صور کا دوسرا نفخہ مُراد لیا ہے - واللہ اعلم -

ف۱۰ یعنی اضطراب اور گھبراہٹ سے دل دھڑکتے ہونگے اور ذلّت و ندامت کے مارے آنکھیں جُھک رہی ہونگی -

ف۱۱ یعنی قبر کے گڑھے میں پہنچکر کیا پھر ہم اُلٹے پاؤں زندگی کی طرف واپس کئے جائینگے - ہم تو نہیں سمجھ سکتے کہ کھوکھری ہڈیوں میں دوبارہ جان پڑ جائیگی - ایسا ہوا تو یہ صورت ہمارے لئے بڑے ٹوٹے اور خسارہ کی ہوگی - کیونکہ ہم نے اُس زندگی کے لئے کوئی سامان نہیں کیا" یہ تمسخر سے کہتے تھے - یعنی مسلمان ہماری نسبت ایسا سمجھتے ہیں حالانکہ وہاں مرنے کے بعد سرے سے دوسری زندگی ہی نہیں ، نقصان اور خسارہ کا کیا ذکر -

ف۱۲ یعنی یہ لوگ اسے بہت مشکل کام سمجھ رہے ہیں حالانکہ اللہ کے ہاں یہ سب کام دم بھر میں ہو جائینگے - جہاں ایک ڈانٹ پلائی ، یعنی صور پھنکا اسی وقت بلا توقف سب اگلے پچھلے میدانِ حشر میں کھڑے دکھائی دینگے آگے اُسکی ایک مختصر سی جھڑکی اور معمولی سی ڈانٹ کا ذکر کیا جاتا ہے جو دنیا میں ایک بڑے متکبر کو دی گئی تھی - یا یوں کہیے کہ ان منکرین کو سنایا جا رہا ہے کہ تم سے پہلے بڑے زبردست منکروں کا کیا حشر ہوا .

حَدِيْثُ مُوْسٰى ١٥ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ١٦

بات موسٰی کی ف۱ جب پکارا اُس کو اُسکے رب نے پاک میدان میں جس کا نام طوٰی ہے ف۲

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ١٧ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ١٨

جا فرعون کے پاس اُس نے سر اُٹھایا پھر کہہ تیرا جی چاہتا ہے کہ تو سنور جائے

وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ١٩ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ٢٠

اور راہ بتلاؤں تجھ کو تیرے رب کی طرف پھر تجھ کو ڈر ہو ف۳ پھر دکھلائی اُس کو وہ بڑی نشانی ف۴

فَكَذَّبَ وَعَصٰى ٢١ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ٢٢ فَحَشَرَ فَنَادٰى ٢٣

پھر جھٹلایا اُس نے اور نہ مانا پھر چلا پیٹھ پھیر کر تلاش کرتا ہوا ف۵ پھر سب کو جمع کیا، پھر پکارا

فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ٢٤ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ

تو کہا میں ہوں رب تمہارا سب سے اوپر ف۶ پھر پکڑا اُس کو اللہ نے سزا میں آخرت کی

وَالْاُوْلٰى ٢٥ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ٢٦ ءَاَنْتُمْ

اور دنیا کی ف۷ بیشک اس میں سوچنے کی جگہ ہے جس کے دل میں ڈر ہے ف۸ کیا تمہارا

اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۚ بَنٰىهَا ٢٧ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ٢٨

بنانا مشکل ہے یا آسمان کا ف۹ اُس نے اُس کو بنالیا، اونچا کیا اُس کا ابھار پھر اُس کو برابر کیا

وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ٢٩ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ

اور اندھیری کی رات اُس کی اور کھول نکالی اُس کی دھوپ ف۱۰ اور زمین کو اُس کے پیچھے

دَحٰىهَا ٣٠ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ٣١ وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ٣٢

صاف بچھا دیا ف۱۱ باہر نکالا زمین سے اُس کا پانی اور چارا ف۱۲ اور پہاڑوں کو قائم کر دیا ف۱۳

مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ٣٣ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ٣٤

کام چلانے کو تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے ف۱۴ پھر جب آئے وہ بڑا ہنگامہ

يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ٣٥ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ

جس دن کہ یاد کریگا آدمی جو اُس نے کمایا اور نکال ظاہر کردیں دوزخ کو جو چاہے

ف۱ یہ قصہ کئی جگہ مفصل گذر چکا۔

ف۲ یعنی کوہ طور کے پاس۔

ف۳ یعنی اگر تجھے سنورنے کی خواہش ہو تو میں اللہ کے حکم سے سنوار سکتا ہوں اور ایسی راہ بنا سکتا ہوں جس پر چلنے سے تیرے دل میں اللہ کا خوف اور اُس کی کامل معرفت جم جائے کیونکہ خوف کا ہونا بدون کمال معرفت کے متصور نہیں۔ معلوم ہوا کہ حضرت موسٰی کی بعثت کا مقصد فرعون کی اصلاح بھی تھی محض بنی اسرائیل کو قید سے چھڑانا ہی نہ تھا۔

ف۴ یعنی وہاں پہنچکر اللہ کا پیغام پہنچایا اور اُس پر حجت تمام کرنے کے لئے وہ سب سے بڑا معجزہ عصا کے اژدہا بننے کا دکھلایا۔

ف۵ یعنی وہ ملعون ماننے والا کہاں تھا۔ اس فکر میں چلا کہ لوگوں کو جمع کرے اور جادوگروں کو تلاش کر کے بلائے کہ وہ موسٰی کے معجزات کا مقابلہ کریں۔

ف۶ یعنی سب سے بڑا رب تو میں ہوں۔ یہ موسٰی کس کا بھیجا ہوا آیا ہے۔

ف۷ یعنی یہاں پانی میں ڈوبا، وہاں آگ میں جلیگا۔

ف۸ یعنی اس قصہ میں بہت سی باتیں سوچنے اور عبرت پکڑنے کی ہیں۔ بشرطیکہ آدمی کے دل میں تھوڑا بہت ڈر ہو۔ (ربط) موسٰی اور فرعون کا قصہ درمیان میں استطراداً آگیا تھا۔ آگے پھر اسی مضمون قیامت کی طرف عود کرتے ہیں۔

ف۹ یعنی تمہارا پیدا کرنا (اور وہ بھی ایک مرتبہ پیدا کر چکنے کے بعد) آسمان و زمین اور پہاڑوں کے پیدا کرنے سے زیادہ مشکل تو نہیں۔ جب اتنی بڑی بڑی چیزوں کا خالق اُس کو مانتے ہو، پھر اپنی دوبارہ پیدائش میں کیوں تردد ہے۔

ف۱۰ یعنی آسمان کو خیال کرو کس قدر اونچا، کتنا مضبوط، کیسا صاف ہموار، اور کس درجہ مرتب و منظم ہے، کس قدر زبردست انتظام اور باقاعدگی کے ساتھ اُس کے سورج کی رفتار سے رات اور دن کا سلسلہ قائم کیا ہے۔ رات کی اندھیری میں اُس کا سماں کچھ اور ہے اور دن کے اُجالے میں ایک دوسری ہی شان نظر آتی ہے۔

ف۱۱ آسمان اور زمین میں پہلے کون پیدا کیا گیا؟ اس کے متعلق ہم پیشتر کسی جگہ کلام کر چکے ہیں۔ غالباً سورۂ "فصلت" میں (تنبیہ) "دحیٰ" کے معنے راغب نے کسی چیز کو اس کے مقر (جائے قرار) سے ہٹا دینے کے لکھے ہیں۔ تو شاید اس لفظ میں اُدھر اشارہ ہو جو آجکل کی تحقیق ہے کہ زمین اصل میں کسی بڑے جرم سماوی کا ایک حصہ ہے جو اُس سے الگ ہو گیا۔ واللہ اعلم۔

ف۱۲ یعنی دریا اور چشمے جاری کئے۔ پھر پانی سے سبزہ پیدا کیا۔

ف۱۳ جو اپنی جگہ سے جنبش نہیں کھاتے اور زمین کو بھی بعض خاص قسم کے اضطرابات سے محفوظ رکھنے والے ہیں۔

ف۱۴ یعنی یہ انتظام نہ ہو تو تمہارا اور تمہارے جانوروں کا کام کیسے چلے۔ ان تمام اشیاء کا پیدا کرنا تمہاری حاجت روائی اور راحت رسانی کے لئے ہے۔ چاہئے کہ اُس منعم حقیقی کا شکر ادا کرتے رہو۔ اور سمجھو کہ جس قادر مطلق اور حکیم برحق نے ایسے زبردست انتظامات کئے ہیں کیا وہ تمہاری بوسیدہ ہڈیوں میں روح نہیں پھونک سکتا۔ لازم ہے کہ آدمی اُس کی قدرت کا اقرار کرے۔ اور اس کی نعمتوں کی شکر گذاری میں لگے ورنہ جب وہ بڑا ہنگامہ قیامت کا آئیگا اور سب کیا کرایا سامنے ہوگا سخت پچھتانا پڑیگا۔

يَرٰى ﴿٣٦﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿٣٧﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿٣٨﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ

دیکھے ف۱ سو جس نے کی ہو شرارت اور بہتر سمجھا ہو دنیا کا جینا ف۲ سو دوزخ ہی ہے

هِيَ الْمَاْوٰى ﴿٣٩﴾ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ

اُس کا ٹھکانا اور جو کوئی ڈرا ہو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے اور روکا ہو اُس نے جی کو

الْهَوٰى ﴿٤٠﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿٤١﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ

خواہش سے سو بہشت ہی ہے اُس کا ٹھکانا ف۳ تجھ سے پوچھتے ہیں وہ گھڑی

اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ﴿٤٢﴾ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ﴿٤٣﴾ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ﴿٤٤﴾

کب ہوگا قیام اُس کا ف۴ تجھ کو کیا کام اُس کے ذکر سے تیرے رب کی طرف ہے پہنچ اُس کی ف۵

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ﴿٤٥﴾ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ

تو تو ڈر سنانے کے واسطے ہے اُس کو جو اُس سے ڈرتا ہے ف۶ ایسا لگیگا جس دن دیکھینگے اُس کو کہ نہیں

يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴿٤٦﴾

ٹھہرے تھے دنیا میں مگر ایک شام یا صبح اُس کی ف۷

سُوْرَةُ عَبَسَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَانِ وَاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعٌ وَّاحِدٌ كَذَا الْخ

سورۂ عبس مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی بیالیس آیتیں ہیں اور ایک رکوع اور اسی طرح آخر تک

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ﴿١﴾ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ﴿٢﴾ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى ﴿٣﴾

ف۸ تیوری چڑھائی اور منہ موڑا اس بات سے کہ آیا اُسکے پاس اندھا ف۹ اور تجھ کو کیا خبر ہے شاید کہ وہ سنورتا

اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ﴿٤﴾ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ﴿٥﴾ فَاَنْتَ لَهٗ

یا سوچتا تو کام آتا اُس کے سمجھانا ف۱۰ وہ جو پروا نہیں کرتا سو تو اُس کی

تَصَدّٰى ﴿٦﴾ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ﴿٧﴾ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ﴿٨﴾

فکر میں ہے اور تجھ پر کچھ الزام نہیں کہ وہ نہیں درست ہوتا ف۱۱ اور وہ جو آیا تیرے پاس دوڑتا

ف۱ یعنی دوزخ کو اس طرح منظرِ عام پر لائینگے کہ ہر دیکھنے والا دیکھ سکے گا۔ کوئی آڑ پہاڑ درمیان میں حائل نہ رہیگا۔ ف۲ یعنی دنیا کو آخرت پر ترجیح دی اسے بہتر سمجھ کر اختیار کیا اور اُسے بھلا دیا۔ ف۳ یعنی جو اس بات کا خیال کر کے ڈرا کہ مجھے ایک روز اللہ کے سامنے حساب کے لئے کھڑا ہونا ہے اور اسی ڈر سے اپنے نفس کی خواہش پر نہ چلا۔ بلکہ اُسے روک کر اپنے قابو میں رکھا اور احکامِ الٰہی کے تابع بنایا تو اُس کا ٹھکانا بہشت کے سوا کہیں نہیں۔ ف۴ یعنی آخر وہ گھڑی کب آئیگی اور قیامت کب قائم ہوگی۔

ف۵ یعنی اُس کا وقت ٹھیک متعین کر کے بتلانا آپ کا کام نہیں کتنے ہی سوال جواب کرو۔ آخر کار اُس کا علم خدا ہی پر حوالہ کرنا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "پوچھتے پوچھتے اُسی تک پہنچنا ہے، پیچھے سب بے خبر ہیں"۔ ف۶ یعنی آپ کا کام قیامت کی خبر سُنا کر لوگوں کو ڈرا دینا ہے۔ اب جس کے دل میں اپنے انجام کی طرف سے کچھ خوف ہوگا یا خوفِ آخرت کی استعداد ہوگی وہ سُن کر ڈریگا اور ڈر کر تیاری کریگا۔ گویا آپ کا ڈرانا نتیجہ کے اعتبار سے صرف اُن ہی لوگوں کے حق میں ہوا جو اس سے منتفع ہونے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ ورنہ نا اہل لوگ تو انجام سے غافل ہو کر ان ہی فضول بحثوں میں پڑے ہوئے ہیں کہ قیامت کس تاریخ کس دن کس سن میں آئیگی؟

ف۷ یعنی اب تو شور مچا رہے ہیں کہ قیامت کے آنے میں دیر کیوں ہے جلد کیوں نہیں آجاتی۔ مگر اُس وقت معلوم ہوگا کہ بہت جلد آئی۔ بیچ میں دیر کچھ نہیں لگی۔

ف۸ آنحضرت صلعم بعض سردارانِ قریش کو مذہب اسلام کے متعلق کچھ سمجھا رہے تھے۔ اتنے میں ایک نابینا مسلمان (جن کو ابن اُمّ مکتوم کہتے ہیں) حاضرِ خدمت ہوئے اور اپنی طرف متوجہ کرنے لگے کہ فلاں آیت کیونکر ہے یا رسُول اللہ! مجھے اُس میں سے کچھ سکھلایئے جو اللہ نے آپ کو سکھلایا ہے۔ حضرتؐ کو اُن کا بے وقت کا پوچھنا گراں گزرا۔ آپ کو خیال ہوا ہوگا کہ مَیں ایک بڑے مہم کام میں مشغول ہوں۔ قریش کے یہ بڑے بڑے سردار اگر ٹھیک سمجھ کر اسلام لے آئیں تو بہت لوگوں کے مسلمان ہونے کی توقع ہے۔ ابن اُمّ مکتوم بہرحال مسلمان ہے اُس کو سمجھنے اور تعلیم حاصل کرنے کے ہزار مواقع حاصل ہیں، اُس کو دکھائی نہیں دیتا کہ میرے پاس ایسے با اثر اور بارسُوخ لوگ بیٹھے ہیں جن کو اگر ہدایت ہو جائے تو ہزاروں اشخاص ہدایت پر آسکتے ہیں، مَیں اُن کو سمجھا رہا ہوں، یہ اپنی کہتا چلا جاتا ہے اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ اگر اُن لوگوں کی طرف سے ہٹ کر گوشۂ التفات اس کی طرف کرُونگا تو ان لوگوں پر کس قدر شاق ہوگا۔ شاید پھر وہ میری بات سُننا بھی پسند نہ کریں۔ غرض آپؐ منقبض ہوئے اور انقباض کے آثار چہرے پر ظاہر ہونے لگے۔ اُس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ روایات میں ہے کہ اس کے بعد جب وہ نابینا آپکی خدمت میں آتے، آپ بہت تعظیم و تکریم سے پیش آتے اور فرماتے "مَرْحَبًا بِمَنْ عَاتَبَنِیْ فِیْهِ رَبِّیْ"۔

ف۹ یعنی پیغمبر نے ایک اندھے کے آنے پر چیں بجبیں ہو کر مُنہ پھیر لیا حالانکہ اُس کو اندھے کی معذوری، شکستہ حالی اور طلبِ صادق کا لحاظ زیادہ کرنا چاہیئے تھا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یہ کلام گویا اوروں کے سامنے گلہ ہے رسُول کا (اسی لئے بصیغۂ غائب ذکر کیا) آگے خود رسُول کو خطاب فرمایا ہے"۔ اور محققین کہتے ہیں کہ یہ غایت تکرّم و استحیاء متکلم کا، اور غایت کرامت مخاطب کی ہے کہ عتاب کے وقت بھی رُو در رُو اس امر کی نسبت آپ کی طرف نہیں فرمائی اور آگے خطاب کا صیغہ بطور التفات کے اس لئے اختیار کیا کہ شبہ اعراض کا نہ ہو۔ نیز وہ مضمون پہلے مضمون سے ہلکا ہے۔ واللہ اعلم۔ ف۱۰ یعنی وہ اندھا طالب صادق تھا تمہیں کیا معلوم کہ تمہارے فیض توجہ سے اُس کا حال سنور جاتا اور اُس کا نفس مزکّی ہو جاتا۔ یا تمہاری کوئی بات کان میں پڑتی، اُس کو اخلاص سے سوچتا سمجھتا اور آخر وہ بات کسی وقت اُس کے کام آجاتی۔ ف۱۱ یعنی جو لوگ اپنے غرور اور شیخی سے حق کی پروا نہیں کرتے اور اُن کا تکبر اجازت نہیں دیتا کہ اللہ و رسُول کے سامنے جھکیں آپ اُن کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ یہ کسی طرح مسلمان ہو جائیں۔ تا ان کے اسلام کا اثر دوسروں پر پڑے۔ حالانکہ اللہ کی طرف سے آپ پر کوئی الزام نہیں کہ یہ مغرور اور شیخی باز آپ کی ہدایت سے درست کیوں نہ ہوئے۔ آپ کا فرض دعوت و تبلیغ کا تھا، وہ ادا کر چکے اور کر رہے ہیں۔ آگے ان لاپروا متکبروں کی فکر میں اس قدر انہماک کی ضرورت نہیں کہ سچے طالب اور مخلص ایماندار توجہ سے محروم ہونے لگیں۔ یا معاملہ کی ظاہری سطح دیکھ کر بے سوچے سمجھے لوگوں میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ پیغمبر صاحب کی توجہ امیروں اور تونگروں کی طرف زیادہ ہے۔ شکستہ حال غریبوں کی طرف نہیں۔ اس مہمل خیال کے پھیلنے سے جو ضرر دعوتِ اسلام کے کام کو پہنچ سکتا ہے وہ اس نفع سے کہیں بڑھ کر ہے جس کی ان چند متکبرین کے مسلمان ہونے سے توقع کی جاسکتی ہے۔

ف۱ یعنی اللہ سے ڈرتا ہے یا ڈر لگا ہے کہ آپ کی ملاقات میسّر ہو یا نہ ہو پھر اندھا ہے کوئی ہاتھ پکڑنے والا نہیں۔ اندیشہ ہے کہیں راستہ میں ٹھوکر لگے یا کسی چیز سے ٹکرا جائے یا یہ سمجھ کر کہ آپ کے پاس جا رہا ہے دشمن ستانے لگیں۔ ف۲ حالانکہ ایسے ہی لوگوں سے اُمید ہوسکتی ہے کہ ہدایت سے منتفع ہونگے۔ اور اسلام کے کام آئینگے کہتے ہیں کہ یہی نابینا بزرگ زرہ پہنے اور جھنڈا ہاتھ میں لئے جنگ قادسیہ میں شریک تھے۔ آخر اُسی معرکہ میں شہید ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ف۳ یعنی متکبر اغنیاء اگر قرآن کو نہ پڑھیں اور اس نصیحت پر کان نہ دھریں تو اپنا ہی بُرا کرینگے۔ قرآن کو اُن کی کچھ پروا نہیں۔ نہ آپ کو اس درجہ اُن کے دَرپے ہونے کی ضرورت ہے۔ ایک عام نصیحت تھی سو کردی گئی جو اپنا فائدہ چاہے اس کو پڑھے اور سمجھے۔

وَهُوَ يَخْشٰى ﴿٩﴾ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ﴿١٠﴾ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿١١﴾

اور وہ ڈرتا ہے ف۱ سو تو اُس سے تغافل کرتا ہے ف۲ یوں نہیں یہ تو نصیحت ہے

فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿١٢﴾ فِىْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ﴿١٣﴾ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ﴿١٤﴾

پھر جو کوئی چاہے اُس کو پڑھے ف۳ لکھا ہے عزّت کے ورقوں میں اُونچے رکھے ہوئے نہایت ستھرے ف۴

بِاَيْدِىْ سَفَرَةٍ ﴿١٥﴾ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ﴿١٦﴾ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ

ہاتھوں میں لکھنے والوں کے جو بڑے درجہ والے نیک کار ہیں ف۵ مارا جائیو آدمی کیسا

اَكْفَرَهٗ ﴿١٧﴾ مِنْ اَىِّ شَىْءٍ خَلَقَهٗ ﴿١٨﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ

ناشکر ہے ف۶ کس چیز سے بنایا اُس کو ایک بوند سے ف۷ بنایا اُس کو

فَقَدَّرَهٗ ﴿١٩﴾ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ﴿٢٠﴾ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴿٢١﴾

پھر اندازہ پر رکھا اُس کو ف۸ پھر راہ آسان کر دی اُس کو ف۹ پھر اُس کو مُردہ کیا، پھر قبر میں رکھوا دیا اُس کو ف۱۰

ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴿٢٢﴾ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿٢٣﴾ فَلْيَنْظُرِ

پھر جب چاہا اُٹھا نکالا اُس کو ف۱۱ ہرگز نہیں پورا نہ کیا جو اُس کو فرمایا ف۱۲ اب دیکھ لے

الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ﴿٢٤﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿٢٥﴾ ثُمَّ

آدمی اپنے کھانے کو ف۱۳ کہ ہم نے ڈالا پانی اُوپر سے گرتا ہوا پھر

شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿٢٦﴾ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿٢٧﴾ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿٢٨﴾

چیرا زمین کو پھاڑ کر ف۱۴ پھر اُگایا اُس میں اناج اور انگور اور ترکاری

وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿٢٩﴾ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿٣٠﴾ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿٣١﴾

اور زیتون اور کھجوریں اور گھن کے باغ اور میوہ اور گھاس

مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿٣٢﴾ فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿٣٣﴾ يَوْمَ

کام چلانے کو تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے ف۱۵ پھر جب آئے وہ کان پھوڑنے والی ف۱۶ جس دن کہ

يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿٣٤﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿٣٥﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿٣٦﴾

بھاگے مرد اپنے بھائی سے اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی ساتھ والی سے اور اپنے بیٹوں سے

ف۴ یعنی کیا ان مغرور سر پھروں کے ماننے سے قرآن کی عزّت و وقعت ہوگی؟ قرآن تو وہ ہے جس کی آیتیں آسمان کے اُوپر نہایت معزز، بلند مرتبہ اور صاف ستھرے ورقوں میں لکھی ہوئی ہیں اور زمین پر مخلص ایماندار بھی اُس کے اوراق نہایت عزت و احترام اور تقدیس و تطہیر کے ساتھ اُونچی جگہ رکھتے ہیں۔

ف۵ یعنی وہاں فرشتے اُس کو لکھتے ہیں اسی کے موافق وحی اُترتی ہے۔ اور یہاں بھی اوراق میں لکھنے اور جمع کرنے والے دنیا کے بزرگ ترین پاکباز نیکوکار اور فرشتہ خصلت بندے ہیں جنہوں نے ہر قسم کی کمی بیشی اور تحریف و تبدیل سے اُس کو پاک رکھا ہے۔

ف۶ یعنی قرآن جیسی نعمتِ عظمٰی کی کچھ قدر نہ کی اور اللہ کا حق کچھ نہ پہچانا۔

ف۷ یعنی ذرا اپنی اصل پر تو غور کیا ہوتا کہ وہ پیدا کس چیز سے ہوا ہے؟ ایک ناچیز اور بے قدر قطرۂ آب سے جس میں حس و شعور، حُسن و جمال اور عقل و ادراک کچھ نہ تھا۔ سب کچھ اللہ نے اپنی مہربانی سے عطا فرمایا۔ جس کی حقیقت کل اتنی ہو کیا اسے یہ طمطراق زیبا ہے، کہ خالق و منعم حقیقی ایسی عظیم الشان نصیحت اتارے اور یہ بے شرم اپنی اصل حقیقت اور مالک کی سب نعمتوں کو فراموش کر کے اُس کی کچھ پروا نہ کرے۔ او احسان فراموش! کچھ تو شرمایا ہوتا۔

ف۸ یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ سب اعضا ر و قوٰی ایک خاص اسلوب اور اندازے سے رکھے۔ کوئی چیز یوں ہی بے تکی اور بے ڈھنگی خلافِ حکمت نہیں رکھدی۔

ف۹ یعنی ایمان و کفر اور بھلے بُرے کی سمجھ دی یا ماں کے پیٹ میں سے نکالا آسانی سے۔

ف۱۰ یعنی مرنے کے بعد اُس کی لاش کو قبر میں رکھنے کی ہدایت کردی۔ تا زندوں کے سامنے یوں ہی بے حُرمت نہ ہو۔

ف۱۱ یعنی جس نے ایک مرتبہ جِلایا اور مارا۔ اُسی کو اختیار ہے کہ جب چاہے دوبارہ زندہ کر کے قبر سے نکالے۔ کیونکہ اُس کی قدرت اب کسی نے سلب نہیں کرلی (العیاذ باللہ) بہر حال پیدا کر کے دنیا میں لانا، پھر مار کر برزخ میں لے جانا، پھر زندہ کر کے میدانِ حشر میں کھڑا کر دینا، یہ اُمور جس کے قبضہ میں ہوئے کیا اُس کی نصیحت سے اعراض و انکار اور اُس کی نعمتوں کا استحقار کسی آدمی کے لئے زیبا ہے۔

ف۱۲ یعنی انسان نے ہرگز اپنے مالک کا حق نہیں پہچانا اور جو کچھ حکم ہوا تھا ابھی تک اُس کو بجا نہیں لایا (تنبیہ) ابن کثیرؒ نے "كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ" کو "ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ" سے متعلق رکھا ہے یعنی جب چاہیگا زندہ کر کے اُٹھائیگا۔ ابھی ایسا نہیں کیا جاسکتا کیونکہ دنیا کی آبادی کے متعلق اُس کا جو حکم کونی و قدری ہے وہ ابھی تک اُس نے ختم نہیں کیا۔ ف۱۳ پہلے انسان کے پیدا کرنے اور مارنے کا ذکر تھا۔ اب اُس کی زندگی اور بقا کے سامان یاد دلاتے ہیں۔ ف۱۴ یعنی ایک گھاس کے تنکے کی کیا طاقت تھی کہ زمین کو چیر پھاڑ کر باہر نکل آتا، یہ قدرت کا ہاتھ ہے جو زمین کو پھاڑ کر اُس سے طرح طرح کے غلے، پھل اور سبزے، ترکاریاں وغیرہ باہر نکالتا ہے۔ ف۱۵ یعنی بعض چیزیں تمہارے کام آتی ہیں اور بعض تمہارے جانوروں کے۔ ف۱۶ یعنی ایسی سخت آواز جس سے کان بہرے ہو جائیں۔ اس سے مُراد نفخۂ صور کی آواز ہے۔

ف۱ یعنی اس وقت ہرایک کو اپنی فکر پڑی ہوگی احباب و اقارب ایک دوسرے کو نہ پوچھیں گے بلکہ اس خیال سے کہ کوئی میری نیکیوں میں سے نہ مانگنے لگے یا اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے لگے ایک دوسرے سے بھاگے گا۔ ف۲ یعنی مؤمنین کے چہرے نورِ ایمان سے روشن اور غایت مسرت سے خنداں و فرحاں ہونگے۔ ف۳ یعنی کافروں کے چہروں پر کفر کی کدورت چھائی ہوگی اور اوپر سے فسق و فجور کی ظلمت اور زیادہ تیرہ و تاریک کردیگی۔

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيهِ ۝٣٧ وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ

ہر مرد کو اُن میں سے اُس دن ایک فکر لگا ہوا ہے جو اُسکے لئے کافی ہے ف۱ کتنے مُنہ اُس دن

مُّسْفِرَةٌ ۝٣٨ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۝٣٩ وَوُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا

روشن ہیں ہنستے خوشیاں کرتے ف۲ اور کتنے منہ اُس دن اُن پر

غَبَرَةٌ ۝٤٠ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝٤١ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۝٤٢

گرد پڑی ہے چڑھی آتی ہے اُن پر سیاہی ف۳ یہ لوگ وہی ہیں جو منکر ہیں ڈھیٹھ ف۴

ع ۱/۵

سُوْرَةُ التَّكْوِيْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً

سورۂ تکویر مکہ میں نازل ہوئی اور اُسکی اُنتیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝١ وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ ۝٢ وَإِذَا

جب سُورج کی دھوپ تہ ہو جائے ف۵ اور جب تارے میلے ہو جائیں ف۶ اور جب

الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝٣ وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝٤ وَإِذَا الْوُحُوشُ

پہاڑ چلائے جائیں ف۷ اور جب بیاتی اونٹنیاں چھٹی پھریں ف۸ اور جب جنگل کے جانوروں میں

حُشِرَتْ ۝٥ وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝٦ وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ۝٧

رَول پڑ جائے ف۹ اور جب دریا جھونکے جائیں ف۱۰ اور جب جیوں کے جوڑے باندھے جائیں ف۱۱

وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ ۝٨ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۝٩ وَإِذَا

اور جب بیٹی جیتی گاڑ دی گئی کو پوچھیں کہ کس گناہ پر وہ ماری گئی ف۱۲ اور جب

الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝١٠ وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ ۝١١ وَإِذَا الْجَحِيمُ

اعمالنامے کھولے جائیں اور جب آسمان کا پوست اُتار لیں ف۱۳ اور جب دوزخ

سُعِّرَتْ ۝١٢ وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ ۝١٣ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا أَحْضَرَتْ ۝١٤

دہکائی جائے اور جب بہشت پاس لائی جائے ف۱۴ جان لیگا ہر ایک جی جو لے کر آیا ف۱۵

ف۴ یعنی کافر بے حیا کو کتنا ہی سمجھاؤ ذرا نہ پسیجیں۔ نہ خدا سے ڈریں، نہ مخلوق سے شرمائیں۔

ف۵ گویا اس کی لمبی شعاعیں جن سے دُھوپ پھیلتی ہے لپیٹ کر رکھ دی جائیں اور آفتاب بے نور ہو کر پنیر کی ٹکلی کی مانند رہ جائے یا بالکل نہ رہے۔

ف۶ یعنی تارے ٹوٹ کر گر پڑیں اور اُن کا نُور زائل ہو جائے۔

ف۷ یعنی ہوا میں اُڑتے پھریں۔

ف۸ اُونٹ عرب کا بہترین مال ہے اور دس مہینے کی گابھن اونٹنی جو بیانے کے قریب ہو دُودھ اور بچّہ کی توقع پر بہت زیادہ عزیز ہوتی ہے لیکن قیامت کے ہولناک زلازل کے وقت ایسے نفیس و عزیز مال کو کوئی نہ پُوچھے گا نہ مالک کو اتنا ہوش ہوگا کہ ایسے بڑھیا مال کی خبرگیری کرے۔ باقی یہ کہنا کہ ریل نکل جانے کی وجہ سے اونٹنیاں بیکار ہو جائینگی، محض ظرافت ہے۔

ف۹ یعنی جنگل کے وحشی جانور جو آدمی کے سایہ سے بھاگتے ہیں مضطرب ہو کر شہر میں آگھسیں اور پالتو جانوروں میں مل جائیں جیسا کہ اکثر خوف کے وقت دیکھا گیا ہے۔ ابھی چند سال ہوئے گنگا جمنا میں سیلاب آیا تھا تو لوگوں نے دیکھا کہ ایک چھپر بہتا جا رہا ہے اُس پر آدمی بھی ہیں اور سانپ وغیرہ بھی لپٹ رہے ہیں ایک دوسرے سے کچھ تعرض نہیں کرتا نفسی نفسی پڑی ہوئی ہے بلکہ زیادہ سردی کے زمانہ میں بعض درندے جنگل سے شہر میں گھس آتے ہیں۔ (تنبیہ) بعض مفسّرین نے "حشرت" کے معنی مارنے کے اور بعض نے مار کر اُٹھانے کے لئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

ف۱۰ یعنی سمندروں کا پانی گرم ہو کر دُھواں اور آگ بن جائے جو نہایت گرم ہو کر محشر میں کافروں کو دُکھ پہنچائے اور تنور کی طرح جھونکنے سے اُبلے۔

ف۱۱ یعنی کافر کافر کے اور مُسلم مُسلم کے ساتھ پھر ہر قسم کا نیک یا بد عمل کرنے والا اپنے جیسے عمل کرنیوالوں کے ساتھ جوڑ دیا جائے اور عقائد، اعمال، اخلاق وغیرہ کے اعتبار سے الگ جماعتیں بنادی جائیں یا یہ مطلب ہے کہ رُوحوں کو جسموں کے ساتھ جوڑ دیا جائے۔

ف۱۲ عرب میں رسم تھی کہ باپ اپنی بیٹی کو نہایت سنگدلی اور بے رحمی سے زندہ زمین میں گاڑ دیتا تھا بعض تو تنگدستی اور شادی بیاہ کے اخراجات کے خوف سے یہ کام کرتے تھے اور بعض کو یہ عار تھی کہ ہم اپنی بیٹی کسی کو دینگے وہ ہمارا داماد کہلائیگا۔ قرآن نے آگاہ کیا کہ اُن مظلوم بچیوں کی نسبت بھی سوال ہوگا کہ کس گناہ پر اُن کو قتل کیا تھا۔ یہ مت سمجھنا کہ ہماری اولاد ہے، اس میں ہم جو چاہیں تصرّف کریں۔ بلکہ اولاد ہونے کی وجہ سے جرم اور زیادہ سنگین ہو جاتا ہے۔

ف۱۳ جیسے جانور کا بعد ذبح کے پوست اُتار لیتے ہیں۔ اُس سے تمام اعضاء، اور رگ و ریشہ ظاہر ہو جاتے ہیں اسی طرح آسمان کے کھل جانے سے اُس کے اوپر کی چیزیں نظر آئینگی اور غمام کا نزول ہوگا۔ جس کا ذکر اُنیسویں پارہ میں آیت "وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ الخ" سے ہوا ہے۔

ف۱۴ یعنی دوزخ بڑے زور شور کے ساتھ دہکائی جائے اور بہشت متقیوں کے نزدیک کردی جائے جس کی رونق و بہار دیکھنے سے عجیب مسرت و فرحت حاصل ہو۔

ف۱۵ یعنی ہر ایک کو پتہ لگ جائیگا کہ نیکی یا بدی کا کیا سرمایہ لے کر حاضر ہوا ہے۔

ف کئی سیاروں (مثلاً زحل، مشتری، مریخ، زہرہ، عطارد) کی چال اس ڈھب سے ہے کہ کبھی مغرب سے مشرق کو چلیں یہ سیدھی راہ ہوئی، کبھی ٹھٹک کر اُلٹے پھریں اور کبھی سُورج کے پاس آ کر کتنے دنوں تک غائب رہیں۔ ف۲ یا جب جانے لگے۔ اس لفظ کے دونوں معنی آتے ہیں۔ ف۳ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ لکھتے ہیں گویا آفتاب کو دریا میں تیرنے والی مچھلی سے تشبیہ دی اور طلوع سے پہلے اُس کے نور کے منتشر ہونے کو دمِ ماہی سے نسبت کی۔ جیسے مچھلی دریا میں آنکھوں سے پوشیدہ گزرتی ہے اور اُس کے سانس لینے سے پانی اُڑتا اور منتشر ہوتا ہے۔ اسی طرح آفتاب کی حالت قبل طلوع اور قبل روشنی پھیلنے کے ہے۔ اور بعضوں نے کہا کہ دمِ صبح کنایہ ہے نسیم سے جو طلوعِ صبح کے قریب موسمِ بہار میں چلتی ہے (تنبیہ) ان قسموں کی مناسبت آیندہ مضمون سے یہ ہے کہ ان ستاروں کا چلنا، ٹھہرنا، لوٹنا، اور چھپ جانا ایک نمونہ ہے اگلے انبیاء پر بار بار وحی آنے اور ایک مدت دراز تک اُس کے نشان باقی رہنے پھر منقطع ہو کر چھپ جانے اور غائب ہو جانے کا۔ اور رات کا آنا نمونہ ہے اُس تاریک دَور کا جو خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے پہلے دنیا پر گذرا کہ کسی شخص کو حق و باطل کی تمیز نہ رہی تھی۔ اور وحی کے آثار بالکل مٹ چکے تھے اُس کے بعد صبح صادق کا دم بھرنا حضورؐ کا اس جہان میں تشریف لانا اور قرآن کا اترنا ہے کہ ہر چیز کو ہدایت کے نور سے دن کی مانند روشن کر دیا۔ گویا اگلے انبیاء کا نور ستاروں کی طرح تھا اور اس نورِ اعظم کو آفتابِ درخشاں کہنا چاہیئے۔ ولنعم ماقیل۔

فانہ شمسُ فضلٍ ھُم کواکبھا یظھرن انوارھا للناس فی الظلم
حتیٰ اذا اطلعت فی الکون عمّ ھدا ھا العالمین واَحیت سائر الامم

فَلَآ اُقۡسِمُ بِالۡخُنَّسِ ﴿۱۵﴾ الۡجَوَارِ الۡكُنَّسِ ﴿۱۶﴾ وَالَّيۡلِ اِذَا عَسۡعَسَ ﴿۱۷﴾

سو قسم کھاتا ہوں میں پیچھے ہٹ جانیوالوں، سیدھے چلنے والوں دبک جانیوالوں کی ف۱ اور رات کی جب پھیل جائے ف۲

وَالصُّبۡحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ ﴿۱۹﴾ ذِىۡ قُوَّةٍ

اور صبح کی جب دم بھرے ف۳ مقرر یہ کہا ہے ایک بھیجے ہوئے عزت والے کا قوت والا

عِنۡدَ ذِى الۡعَرۡشِ مَكِيۡنٍ ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيۡنٍ ﴿۲۱﴾ وَمَا صَاحِبُكُمۡ

عرش کے مالک کے پاس درجہ پانے والا سب کا مانا ہوا وہاں کا معتبر ہے ف۴ اور یہ تمہارا رفیق کچھ

بِمَجۡنُوۡنٍ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدۡ رَاٰهُ بِالۡاُفُقِ الۡمُبِيۡنِ ﴿۲۳﴾ وَمَا هُوَ عَلَى الۡغَيۡبِ

دیوانہ نہیں ف۵ اور اُس نے دیکھا ہے اُس فرشتہ کو آسمان کے کھلے کنارہ کے پاس ف۶ اور یہ غیب کی بات بتلانے

بِضَنِيۡنٍ ﴿۲۴﴾ وَمَا هُوَ بِقَوۡلِ شَيۡطٰنٍ رَّجِيۡمٍ ﴿۲۵﴾ فَاَيۡنَ تَذۡهَبُوۡنَ ﴿۲۶﴾

میں بخیل نہیں ف۷ اور یہ کہا ہوا نہیں کسی شیطان مردود کا ف۸ پھر تم کدھر چلے جا رہے ہو ف۹

اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۲۷﴾ لِمَنۡ شَآءَ مِنۡكُمۡ اَنۡ يَّسۡتَقِيۡمَ ﴿۲۸﴾

یہ تو ایک نصیحت ہے جہان بھر کے واسطے ف۱۰ جو کوئی چاہے تم میں سے کہ سیدھا چلے ف۱۱

وَمَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۲۹﴾

اور تم جبھی چاہو کہ چاہے اللہ سارے جہان کا مالک ف۱۲

سُوۡرَةُ الۡاِنۡفِطَارِ مَكِّيَّةٌ وَّهِىَ تِسۡعَ عَشۡرَةَ اٰيَةً

سورۂ انفطار مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی اُنیس آیتیں ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا السَّمَآءُ انۡفَطَرَتۡ ﴿۱﴾ وَاِذَا الۡكَوَاكِبُ انۡتَثَرَتۡ ﴿۲﴾ وَاِذَا

جب آسمان چِر جائے اور جب تارے جھڑ پڑیں اور جب

الۡبِحَارُ فُجِّرَتۡ ﴿۳﴾ وَاِذَا الۡقُبُوۡرُ بُعۡثِرَتۡ ﴿۴﴾ عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّا

دریا اُبل نکلیں ف۱۳ اور جب قبریں زیر و زبر کر دی جائیں ف۱۴ جان لے ہر ایک جی جو کچھ کہ

اور بعض علماء نے فرمایا کہ ستاروں کا سیدھا چلنا اور لوٹنا اور چھپ جانا، فرشتے کے آنے اور واپس جانے اور عالمِ ملکوت میں جا چھپنے کے مشابہ ہے اور رات کا گذرنا اور صبح کا آنا، قرآن کے سبب ظلمتِ کفر دور ہو جانے اور نورِ ہدایت کے پوری طرح ظاہر ہو جانے کے مشابہ ہے۔ اس تقریر کے موافق مقسم بہ کی مناسبت مقسم علیہ سے زیادہ واضح ہے۔ واللہ اعلم

ف۴ یہ حضرت جبریلؑ کی صفات بیان ہوئیں مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم جو اللہ کے پاس سے ہم تک پہنچا اُس میں دو واسطے ہیں۔ ایک وحی لانیوالا فرشتہ (جبریل علیہ السلام) اور دوسرا پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کی صفات وہ ہیں جن کے معلوم ہونے کے بعد کسی طرح کا شک و شبہ قرآن کے صادق اور منزل من اللہ ہونے میں نہیں رہتا۔ کسی روایت کی صحت تسلیم کرنے کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ راوی وہ ہوتا ہے جو اعلیٰ درجہ کا ثقہ، عادل، ضابط، حافظ اور امانتدار ہو۔ جس سے روایت کرے اُس کے پاس عزت و حرمت کے ساتھ رہتا ہو۔ بڑے بڑے معتبر ثقات اُس کی امانت وغیرہ پر اعتمادِ کلّی رکھتے ہوں اور اسی لئے اس کی بات بے چون و چرا مانتے ہوں۔ یہ تمام صفات حضرت جبریل میں موجود ہیں وہ کریم (عزت والے) ہیں جن کے لئے اعلےٰ نہایت متقی اور پاکباز ہونا لازم ہے۔ ”اِنَّ اکرمکم عند اللہ اتقاکم“ وفی الحدیث ”الکرم التقویٰ“ بڑی قوت والے ہیں جس میں اشارہ ہے کہ حفظ و ضبط اور بیان کی قوت بھی کامل ہے۔ اللہ کے ہاں ان کا بڑا درجہ ہے۔ سب فرشتوں سے زیادہ بارگاہِ ربوبیت میں قرب اور رسائی حاصل ہے آسمانوں کے فرشتے اُن کی بات مانتے اور اُن کا حکم تسلیم کرتے ہیں کیونکہ اُن کے امین اور معتبر ہونے میں کسی کو شبہ نہیں۔ یہ تو رسولِ مَلَکی کا حال تھا آگے رسولِ بشری کا حال سُن لیجئے۔

ف۵ یعنی بعثت سے پہلے چالیس سال تک وہ تمہارے اور تم اس کے ساتھ رہے۔ اتنی طویل مدت تک اُس کے تمام کھلے چھپے احوال کا تجربہ کیا۔ کبھی ایک مرتبہ اُس کا جھوٹ فریب یا دیوانہ پن کی بات نہ دیکھی۔ ہمیشہ اُس کے صدق و امانت اور عقل و دانائی کے معترف رہے۔ اب بلا وجہ اُسے جھوٹا یا دیوانہ کیونکر کہہ سکتے ہو۔ کیا یہ وہ ہی تمہارا رفیق نہیں ہے جسکے رتی رتی احوال کا تم پہلے سے تجربہ رکھتے ہو۔ اب اُس کو دیوانہ کہنا بجز دیوانگی کے کچھ نہیں۔

ف۶ یعنی مشرقی کنارہ کے پاس اُس کی اصلی صورت میں صاف صاف دیکھا۔ اس لئے یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ شاید دیکھنے یا پہچاننے میں کچھ اشتباہ و التباس ہو گیا ہو گا جس کو فرشتہ سمجھ لیا وہ واقع میں فرشتہ نہ ہو گا۔ سورۂ ”نجم“ میں پہلے آ چکا ”فاستویٰ وھو بالافق الاعلیٰ“۔ ف۷ یعنی یہ پیغمبر ہر قسم کے غیوب کی خبر دیتا ہے ماضی سے متعلق ہوں یا مستقبل سے۔ یا اللہ کے اسماء و صفات سے یا احکامِ شرعیہ سے یا مذاہب کی حقیقت و بطلان سے یا جنت و دوزخ کے احوال سے یا واقعات بعد الموت سے اور ان چیزوں کے بتلانے میں ذرا بخل نہیں کرتا نہ اُجرت مانگتا ہے۔ نہ نذرانہ، نہ بخشش، پھر کاہن کا لقب اُس پر کیسے چسپاں ہو سکتا ہے۔ کاہن محض ایک جزئی اور نامکمل بات غیب کی سو جھوٹ ملا کر بیان کرتا ہے اور اُس کے بتلانے میں بھی اس قدر بخیل ہے کہ بدون مٹھائی یا نذرانہ وغیرہ وصول کئے ایک حرف زبان سے نہیں نکالتا پیغمبر کی سیرت سے کاہنوں کی پوزیشن کو کیا نسبت۔ ف۸ بھلا شیطان ایسی نیکی اور پرہیزگاری کی باتیں کیوں سکھلانے لگا جس میں سراسر بنی آدم کا فائدہ اور خود اُس ملعون کی تقبیح و مذمت ہو۔

ف۹ یعنی جب جھوٹ، دیوانگی، تخیل و توہم اور کہانت وغیرہ کے سب احتمالات مرفوع ہوئے تو بجز صدق و حق کے اور کیا باقی رہا۔ پھر اس روشن اور صاف راستہ کو چھوڑ کر کدھر بہکے چلے جا رہے ہو ف۱۰ قرآن کی نسبت جو احتمالات تم پیدا کرتے ہو، سب غلط ہیں۔ اگر اس کے مضامین و ہدایات میں غور کرو تو اس کے سوا کچھ نہ نکلے گا کہ یہ سارے جہان کے لئے ایک سچا نصیحت نامہ اور مکمل دستور العمل ہے جس سے اُن کی دارین کی فلاح وابستہ ہے۔ ف۱۱ یعنی بالخصوص اُن کے لئے نصیحت ہے جو سیدھا چلنا چاہیں۔ عناد اور کجروی اختیار نہ کریں۔ کیونکہ

بقیہ فوائد صفحہ ۷۸۰ - ایسے ہی لوگ اس نصیحت سے منتفع ہونگے۔ **ف۱۲** یعنی فی نفسہ قرآن نصیحت ہے لیکن اُس کی تاثیر مشیت الٰہی پر موقوف ہے جو بعض لوگوں کے لئے متعلق ہوتی ہے۔ اور بعض کے لئے کسی حکمت سے اُن کے سوءِ استعداد کی بنا پر متعلق نہیں ہوتی۔ **ف۱۳** یعنی سمندر کا پانی زمین پر زور کرے۔ آخر میٹھے اور کھاری سب پانی مل جائیں۔

ف۱۴ یعنی جو چیز زمین کی تہ میں تھی اُوپر آجائے۔ اور مُردے قبروں سے نکالے جائیں۔

فوائد صفحہ ہذا۔ ف۱ یعنی جو بھلے بُرے کام کئے یا نہیں کئے شروع عمر میں کئے یا اخیر میں۔ اُن کا اثر اپنے پیچھے چھوڑا یا نہیں چھوڑا۔ سب اُس وقت سامنے آجائینگے۔ **ف۲** یعنی وہ رب کریم کیا اس کا حقدار تھا کہ تو اپنے جہل وحماقت سے اُس کے حلم پر مغرور ہو کر نافرمانیاں کرتا ہے؟ اور اُس کے لطف وکرم کا جواب کفران وطغیان سے دے؟ اُس کا کرم دیکھ کر تو اور زیادہ شرمانا اور حلیم کے غصّہ سے بہت زیادہ ڈرنا چاہئے تھا۔ بیشک وہ کریم ہے لیکن منتقم اور حکیم بھی ہے۔ پھر یہ غرور اور دھوکا نہیں تو اور کیا ہوگا کہ اُس کی ایک صفت کو لے کر دوسری صفات سے آنکھیں بند کر لی جائیں۔

ف۳ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "ٹھیک کیا بدن میں برابر کیا خصلت میں" یا یہ مطلب ہے کہ تیرے اعضاء کے جوڑ بند درست کئے اور حکمت کے موافق اُن میں تناسب رکھا۔ پھر مزاج واخلاط میں اعتدال پیدا کیا۔

ف۴ یعنی سب کی صورتوں میں تھوڑا بہت تفاوت رکھا۔ ہر ایک کو الگ صورت شکل اور رنگ رُوپ عنایت کیا اور بحیثیت مجموعی انسان کی صورت کو تمام جانداروں کی صورت سے بہتر بنایا۔ بعض سلف اس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ وہ چاہتا تو تجھے گدھے، کُتّے، خنزیر کی شکل و صورت میں ڈال دیتا۔ باوجود اس قدرت کے محض اپنے فضل اور مشیت سے انسانی صورت میں رکھا۔ بہرحال جس خدا کی یہ قدرت ہو اور ایسے انعامات ہوں، کیا اُس کے ساتھ آدمی کو یہ ہی معاملہ کرنا چاہیے۔

ف۵ یعنی بہکنے اور دھوکا کھانے کی اور کوئی وجہ نہیں۔ بات یہ ہے کہ تم انصاف کے دن پر یقین نہیں رکھتے ہو کہ جو چاہیں کرتے رہیں، آگے کوئی حساب اور باز پرس نہیں۔ یہاں جو کچھ عمل ہم کرتے ہیں کون اُن کو لکھتا اور محفوظ کرتا ہوگا۔ بس مر گئے سب قصہ ختم ہوا۔

ف۶ جو نہ خیانت کرتے ہیں نہ کوئی عمل لکھے بغیر چھوڑتے ہیں۔ نہ اُن سے تمہارے اعمال پوشیدہ ہیں جب سب عمل ایک ایک کر کے اس اہتمام سے لکھے جا رہے ہیں تو کیا یہ سب دفتر یوں ہی بیکار چھوڑ دیا جائیگا؟ ہرگز نہیں۔ یقیناً ہر شخص کے اعمال اُس کے آگے آئینگے اور اُس کا اچھا یا بُرا پھل چکھنا پڑیگا۔ جس کی تفصیل آگے بیان کی۔

ف۷ جہاں ہمیشہ کے لئے ہر قسم کی نعمتوں اور راحتوں میں رہنا ہوگا، اگر نکلنے کا کھٹکا لگا رہتا تو راحت ہی کیا ہوتی۔

ف۸ یعنی نہ بھاگ کر اُس سے الگ رہ سکتے ہیں نہ داخل ہونے کے بعد کبھی نکل کر جا سکتے ہیں۔ ہمیشہ وہیں رہنا ہے۔

ف۹ یعنی کتنا ہی سوچو اور غور کرو، پھر بھی اس ہولناک دن کی پوری کیفیت سمجھ میں نہیں آسکتی۔ بس مختصراً اتنا سمجھ لو کہ اُس دن جتنے رشتے ناطے خویشی اور آشنائی کے ہیں سب نیست ونابود ہو جائینگے۔ سب نفسی نفسی پکارتے ہونگے۔ کوئی شخص بدون حکم مالک الملک کے کسی کی سفارش نہ کر سکیگا۔ عاجزی، چاپلوسی اور صبر واستقلال کچھ کام نہ دیگا۔ "الا من رحمہ اللہ"۔

قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ۝۵ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝۶

آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا ف۱ اے آدمی کس چیز سے بہکا تو اپنے رب کریم پر ف۲

الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝۷ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَاۗءَ

جس نے تجھ کو بنایا پھر تجھ کو ٹھیک کیا پھر تجھ کو برابر کیا ف۳ جس صورت میں چاہا

رَكَّبَكَ ۝۸ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝۹ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝۱۰

تجھ کو جوڑ دیا ف۴ ہرگز نہیں پر تم جھوٹ جانتے ہو انصاف کا ہونا ف۵ اور تم پر نگہبان مقرر ہیں

كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝۱۱ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝۱۲ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝۱۳

عزت والے عمل لکھنے والے جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو ف۶ بیشک نیک لوگ بہشت میں ہیں ف۷

وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۝۱۴ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ۝۱۵ وَمَا هُمْ عَنْهَا

اور بیشک گنہگار دوزخ میں ہیں ڈالے جائینگے اُس میں انصاف کے دن اور نہ ہونگے اُس سے

بِغَاۗىِٕبِيْنَ ۝۱۶ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝۱۷ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ

جدا ہونیوالے ف۸ اور تجھ کو کیا خبر ہے کیسا ہے دن انصاف کا پھر بھی تجھ کو کیا خبر ہے کیسا ہے دن

الدِّيْنِ ۝۱۸ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـــًٔا ۭ وَالْاَمْرُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ۝۱۹

انصاف کا جس دن کہ بھلا نہ کر سکے کوئی جی کسی جی کا کچھ بھی ف۹ اور حکم اُس دن اللہ ہی کا ہے ف۱

سُوْرَةُ الْمُطَفِّفِيْنَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتٌّ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً

سورۂ مطففین مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چھتیس ۳۶ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝۱ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَي النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝۲

خرابی ہے گھٹانے والوں کی وہ لوگ کہ جب ماپ کر لیں لوگوں سے تو پورا بھر لیں

وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝۳ اَلَا يَظُنُّ اُولٰۗىِٕكَ

اور جب ماپ کر دیں اُن کو یا تول کر تو گھٹا کر دیں ف۱۱ کیا خیال نہیں رکھتے وہ لوگ

ع ۵

ف۱۰ یعنی دنیا میں جس طرح بادشاہ کا حکم رعیت پر، ماں باپ کا اولاد پر، اور آقا کا نوکر پر جاری ہوتا ہے اُس دن یہ سب حکم ختم ہو جائینگے اور اُس شہنشاہ مطلق کے سوا کسی کو دم مارنے کی قدرت نہ ہوگی تنہا بلا شرکت غیرے ظاہراً وباطناً اُسی کا حکم چلیگا۔ اور سارے کام حسّاً ومعناً اکیلے اُسی کے قبضہ میں ہونگے۔ **ف۱۱** لوگوں سے اپنا حق پورا لینا مذموم نہیں مگر یہاں اُسکے لانے سے مقصود خود اس بات پر مذمت کرنا نہیں بلکہ کم دینے کی مذمت کو مؤکد کرنا ہے۔ یعنی کم دینا اگرچہ فی نفسہ مذموم ہے لیکن اُس کے ساتھ اگر لیتے وقت دوسروں کی بالکل رعایت نہ کی جائے تو اور زیادہ مذموم ہے۔ بخلاف رعایت کرنے والے کے کہ اگر اُس میں ایک عیب ہے تو ایک ہُنر بھی ہے فتلک بتلک۔ لہٰذا پہلے شخص کا عیب زیادہ شدید ہوا اور چونکہ اصل مقصود مذمت ہے کم دینے کی، اس لئے اس میں ناپ اور تول دونوں کا ذکر کیا جائے تا خوب تصریح ہو جائے کہ ناپنے میں بھی کم ناپتے ہیں اور تولنے میں بھی کم تولتے ہیں اور چونکہ پورا لینا فی نفسہ مذموم نہیں اس لئے وہاں صرف ایک کے ذکر پر اکتفا کیا پھر تخصیص ناپ کی شاید اس لئے ہو کہ عرب میں اور خصوصاً مدینہ میں زیادہ رواج کیل کا تھا۔ اسکے سوا اور بھی وجوہ تخصیص کی ہو سکتی ہیں۔

أَنَّهُم مَّبْعُوثُونَ ﴿٤﴾ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٥﴾ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ

کہ اُن کو اُٹھنا ہے اُس بڑے دن کے واسطے ف۱ جس دن کھڑے رہیں لوگ راہ دیکھتے جہان کے

الْعَالَمِينَ ﴿٦﴾ كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِي سِجِّينٍ ﴿٧﴾ وَمَا أَدْرَاكَ

مالک کی ف۲ ہرگز نہیں ف۳ بیشک اعمال نامہ گنہگاروں کا سجین میں ہے اور تجھ کو کیا خبر ہے

مَا سِجِّينٌ ﴿٨﴾ كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ﴿٩﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿١٠﴾

کیا ہے سجین ایک دفتر ہے لکھا ہوا ف۴ خرابی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی

الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿١١﴾ وَمَا يُكَذِّبُ بِهِ إِلَّا كُلُّ

جو جھوٹ جانتے ہیں انصاف کے دن کو اور اُس کو جھٹلاتا ہے وہی جو

مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ﴿١٢﴾ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٣﴾

بڑھ نکلنے والا گنہگار ہے ف۵ جب سنائے اُس کو ہماری آیتیں کہے نقلیں ہیں پہلوں کی ف۶

كَلَّا ۖ بَلْ ۜ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿١٤﴾ كَلَّا إِنَّهُمْ

کوئی نہیں پر زنگ پکڑ گیا ہے اُن کے دلوں پر جو وہ کماتے تھے ف۷ کوئی نہیں وہ

عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ ﴿١٥﴾ ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُو

اپنے رب سے اُس دن روک دیئے جائینگے ف۸ پھر مقرر وہ گرنے والے ہیں

الْجَحِيمِ ﴿١٦﴾ ثُمَّ يُقَالُ هَٰذَا الَّذِي كُنتُم بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿١٧﴾ كَلَّا

دوزخ میں پھر کہا جائیگا یہ وہی ہے جس کو تم جھوٹ جانتے تھے ہرگز نہیں ف۹

إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ ﴿١٨﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّونَ ﴿١٩﴾

بیشک اعمالنامہ نیکوں کا علیین میں ہے اور تجھ کو کیا خبر ہے کیا ہے علیین

كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ﴿٢٠﴾ يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ ﴿٢١﴾ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي

ایک دفتر ہے لکھا ہوا ف۱۰ اُس کو دیکھتے ہیں نزدیک والے یعنی فرشتے ف۱۱ بیشک نیک لوگ ہیں

نَعِيمٍ ﴿٢٢﴾ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ ﴿٢٣﴾ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ

آرام میں تختوں پر بیٹھے دیکھتے ہونگے ف۱۲ پہچان لے تو اُن کے مُنہ پر تازگی

ف۱ یعنی اگر انہیں خیال ہوتا کہ مرنے کے بعد ایک دن پھر اُٹھنا اور اللہ کے سامنے تمام حقوق و فرائض کا حساب دینا ہے، تو ہرگز ایسی حرکت نہ کرتے۔ ف۲ کہ کب تجلی فرماتا اور کب حساب کتاب کرکے ہمارے حق میں کوئی فیصلہ سُناتا ہے۔ ف۳ یعنی ہرگز گمان نہ کیا جائے کہ ایسا دن نہیں آئیگا۔ وہ ضرور آنا ہے اور اس کے لئے سب نیکوں اور بدوں کے اعمالنامے اپنے اپنے دفتر میں مرتب کیے رکھے ہیں۔

ف۴ یعنی سجین ایک دفتر ہے جس میں نام ہر ایک دوزخی کا درج ہے۔ اور "بندوں کے عمل لکھنے والے فرشتے" جن کا ذکر اس سے پہلی سورت میں آچکا، ان بدکاروں کے مرنے اور عمل منقطع ہونے کے بعد ہر شخص کے عمل علیحدہ علیحدہ فردوں میں لکھ کر اُس دفتر میں داخل کرتے ہیں اور اُس فرد پر یا ہر ایک دوزخی کے نام پر ایک علامت بنادیتے ہیں جس کے دیکھتے ہی معلوم ہوجائے کہ یہ شخص دوزخی ہے۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کی ارواح بھی اسی مقام میں رکھی جاتی ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی اُن کے نام وہاں داخل ہوتے ہیں مرکر وہیں پہنچینگے"۔ بعض سلف نے کہا ہے کہ یہ مقام ساتویں زمین کے نیچے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ف۵ جو شخص روز جزا کا منکر ہے فی الحقیقت اللہ کی ربوبیت، اُس کی قدرت اور اُس کے عدل و حکمت سب کا منکر ہے اور جو ان چیزوں کا منکر ہو وہ جس قدر گناہوں پر دلیر ہو تھوڑا ہے۔

ف۶ یعنی قرآن اور نصیحت کی باتیں سُن کر کہتا ہے کہ ایسی باتیں، لوگ پہلے بھی کرتے آئے ہیں۔ وہ ہی پُرانی کہانیاں اور فرسودہ افسانے انہوں نے نقل کردیئے۔ بھلا ہم ان نقلوں اور کہانیوں سے ڈرنے والے کہاں ہیں۔

ف۷ یعنی ہماری آیتوں میں کچھ شک و شبہ کا موقع نہیں۔ اصل یہ ہے کہ گناہوں کی کثرت و مزاولت سے ان کے دلوں پر زنگ چڑھ گئے ہیں۔ اس لئے حقائق صحیحہ کا انعکاس ان میں نہیں ہوتا۔ حدیث میں فرمایا کہ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے، ایک سیاہ نقطہ اس کے دل پر لگ جاتا ہے۔ اگر توبہ کرلی تو مٹ گیا ورنہ جوں جوں گناہ کرتا جائیگا وہ نقطہ بڑھتا اور پھیلتا رہیگا۔ تا آنکہ قلب بالکل کالا سیاہ ہوجائے کہ حق و باطل کی تمیز باقی نہ رہے۔ یہ ہی حال ان مکذبین کا سمجھو کہ شرارتیں کرتے کرتے ان کے دل بالکل مسخ ہوچکے ہیں۔ اسی لئے آیات اللہ کا مذاق اُڑاتے ہیں۔

ف۸ یعنی اس انکار و تکذیب کے انجام سے بے فکر نہ ہوں۔ وہ وقت ضرور آنیوالا ہے جب مؤمنین حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے دیدار کی دولت سے مشرف ہونگے اور یہ بدبخت محروم رکھے جائینگے۔

ف۹ یعنی ان بدمعاشوں کا اور نیکوں کا ایک انجام ہرگز نہیں ہوسکتا۔

ف۱۰ یعنی جنتیوں کے نام درج ہیں اور اُن کے اعمال کی مسلیں مرتب کرکے رکھی جاتی ہیں اور اُن کی ارواح کو اوّل وہاں لے جاکر پھر اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچایا جاتا ہے اور قبر سے بھی اُن ارواح کا ایک گونہ تعلق قائم رکھا جاتا ہے کہتے ہیں کہ یہ مقام ساتویں آسمان کے اُوپر ہے اور مقربین کی ارواح اُسی جگہ مقیم رہتی ہیں۔ واللہ اعلم۔ ف۱۱ مقرب فرشتے یا اللہ کے مقرب بندے خوش ہوکر مؤمنین کے اعمالنامے دیکھتے ہیں اور اُس مقام پر حاضر رہتے ہیں۔ ف۱۲ یعنی مسہریوں میں بیٹھے جنت کی سیر کرتے ہونگے اور دیدار الٰہی سے آنکھیں شاد کریں گے۔

النَّعِيمِ ﴿۲۴﴾ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ ﴿۲۵﴾ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ۭ وَفِيْ

آرام کی ف۱ اُن کو پلائی جاتی ہے شراب خالص مُہر لگی ہوئی ف۲ جس کی مُہر جمتی ہے مشک پر ف۳ اور

ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنٰفِسُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ﴿۲۷﴾

اُس پر چاہیئے کہ ڈھکیں ڈھکنے والے ف۴ اور اُس کی ملونی ہے تسنیم سے

عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ

وہ ایک چشمہ ہے جس سے پیتے ہیں نزدیک والے ف۵ وہ لوگ جو گنہگار ہیں تھے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ﴿۳۰﴾

ایمان والوں سے ہنسا کرتے ف۶ اور جب ہو کر نکلتے اُن کے پاس کو تو آپس میں آنکھ مارتے ف۷

وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا

اور جب پھر کر جاتے اپنے گھر پھر جاتے باتیں بناتے ف۸ اور جب انکو دیکھتے کہتے

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ﴿۳۲﴾ وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۳۳﴾ فَالْيَوْمَ

بیشک یہ لوگ بہک رہے ہیں ف۹ اور اُن کو بھیجا نہیں اُن پر نگہبان بنا کر ف۱۰ سو آج

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿۳۵﴾

ایمان والے منکروں سے ہنستے ہیں ف۱۱ تختوں پر بیٹھے دیکھتے ہیں ف۱۲

هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾

اب بدلہ پایا ہے منکروں نے جیسا کچھ کہ کرتے تھے ف۱۳

سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاقِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً

سورۂ انشقاق مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پچیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ﴿۱﴾ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴿۲﴾ وَاِذَا الْاَرْضُ

جب آسمان پھٹ جائے اور سن لے حکم اپنے رب کا، اور وہ آسمان اسی لائق ہے ف۱۴ اور جب زمین

ف۱ یعنی جنت کے عیش و آرام سے اُنکے چہرے ایسے پُر رونق اور تر و تازہ ہونگے کہ ہر ایک دیکھنے والا دیکھتے ہی پہچان جائے کہ یہ لوگ نہایت عیش و تنعم میں ہیں۔

ف۲ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "شراب کی نہریں ہیں ہر کسی کے گھر میں۔ لیکن یہ شراب نادر ہے جو سربمہر رہتی ہے"۔

ف۳ جیسے دنیا میں مُہر لاکھ یا مٹی پر جمائی جاتی، وہاں کی مٹی مُشک ہے اُسی پر جمائی جائیگی۔ شیشہ ہاتھ میں لیتے ہی دماغ معطر ہو جائیگا اور اخیر تک خوشبو مہکتی رہیگی۔

ف۴ یعنی دنیا کی ناپاک شراب اس لائق نہیں کہ بھلے آدمی اُس کی طرف رغبت کریں۔ ہاں یہ شراب طہور ہے جس کے لئے لوگوں کو ٹوٹ پڑنا چاہیئے اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش ہونی چاہیئے۔

ف۵ یعنی مقرب لوگ اس چشمہ کی شراب کو خالص پیتے ہیں اور ابرار کو اس شراب کی ملونی دی جاتی ہے جو بطور گلاب وغیرہ کے اُن کی شراب میں ملاتے ہیں۔

ف۶ کہ ان بیوقوفوں کو کیا خیال فاسد دامنگیر ہوا ہے کہ محسوس و موجود لذتوں کو جنت کی خیالی لذتوں کی توقع پر چھوڑتے ہیں۔

ف۷ کہ دیکھو یہ ہی بے عقل اور احمق لوگ ہیں جنہوں نے اپنے کو جنت کے اُدھار پر دنیا کے نقد سے محروم کر رکھا ہے۔

ف۸ یعنی خوش طبعی کرتے اور مسلمانوں پر پھبتیاں کستے تھے اور اپنے عیش و آرام پر مفتون و مغرور ہو کر سمجھتے کہ ہمارے ہی عقیدے اور خیالات درست ہیں ورنہ یہ نعمتیں ہم کو کیوں ملتیں۔

ف۹ کہ خواہ مخواہ زہد و ریاضت کر کے اپنی جانیں کھپاتے اور موہوم لذتوں کو موجودہ لذتوں پر ترجیح دیتے ہیں اور لاحاصل مشقتوں کا کمالات حقیقی نام رکھا ہے کیا کھلی ہوئی گمراہی نہیں کہ سب گھر بار اور عیش و آرام چھوڑ کر ایک شخص کے پیچھے ہو لئے اور اپنے آبائی دین کو بھی ترک کر بیٹھے

ف۱۰ یہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُن کافروں کو اُن مسلمانوں پر کچھ نگہبان نہیں بنایا گیا کہ احمق اپنی تباہ کاریوں سے آنکھیں بند کر کے ان کی حرکات کی نگرانی کیا کریں۔ اپنی اصلاح کی فکر نہ ہو۔ اور سیدھی راہ چلنے والوں کو گمراہ اور احمق بنائیں۔

ف۱۱ یعنی قیامت کے دن مسلمان ان کافروں پر ہنستے ہیں کہ یہ لوگ کیسے کوتاہ اندیش اور احمق تھے جو خسیس اور فانی چیز کو نفیس اور باقی نعمتوں پر ترجیح دی۔ آخر آج دوزخ میں کس طرح عذاب دائم کا مزہ چکھ رہے ہیں۔

ف۱۲ یعنی اپنی خوشحالی اور کافروں کی بدحالی کا نظارہ کر رہے ہیں۔

ف۱۳ یعنی جو دنیا میں مسلمانوں کی ہنسی اُڑاتے تھے، آج اُن کا حال قابل مضحکہ ہو رہا ہے اور مسلمان اُن کی گزشتہ حماقتوں کا خیال کر کے ہنستے ہیں۔

ف۱۴ یعنی اللہ کی طرف سے جب پھٹنے کا حکم تکوینی ہوگا، آسمان اُسکی تعمیل کریگا اور وہ مقدور و مقہور ہونے کے لحاظ سے اسی لائق ہے کہ باوجود عظمت و رفعت اپنے مالک و خالق کے سامنے گردن ڈالدے اور اس کی فرمانبرداری میں ذرا چون و چرا نہ کرے۔

ف۱ محشر کے دن یہ زمین ربڑ کی طرح کھینچ کر پھیلا دی جائیگی اور عمارتیں پہاڑ وغیرہ سب برابر کر دیئے جائینگے۔ تا ایک سطح مستوی پر سب اولین و آخرین بیک وقت کھڑے ہو سکیں اور کوئی حجاب و حائل باقی نہ رہے۔
ف۲ زمین اُس دن اپنے خزانے اور مُردوں کے اجزاء اُگل ڈالیگی اور اُن تمام چیزوں سے خالی ہو جائیگی جن کا تعلق اعمال عباد کے مجازات سے ہے۔ ف۳ زمین و آسمان
جس کے حکم تکوینی کے تابع و منقاد ہوں، آدمی کو کیا حق ہے کہ اُس کے حکم تشریعی سے سرتابی کرے۔ ف۴ یعنی رب تک پہنچنے سے پہلے ہر آدمی اپنی استعداد کے موافق مختلف
قسم کی جدوجہد کرتا ہے کوئی اُس کی طاعت میں محنت و مشقت اُٹھاتا ہے، کوئی بدی اور نافرمانی میں جان کھپاتا ہے پھر خیر کی جانب میں ہو یا شر کی، طرح طرح کی تکلیفیں سہ سہ کر
آخر پروردگار سے ملتا اور اپنے اعمال کے نتائج سے دوچار ہوتا ہے۔ ف۵ آسان حساب یہ ہی کہ بات بات پر گرفت نہ ہوگی۔ محض کاغذات پیش ہو جائینگے اور بدون
بحث و مناقشہ کے سستے چھوڑ دیئے جائینگے۔

مُدَّتْ ﴿٣﴾ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ﴿٤﴾ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴿٥﴾
پھیلا دی جائے ف۱ اور نکال ڈالے جو کچھ اُس میں ہے اور خالی ہو جائے ف۲ اور سن لے حکم اپنے رب کا اور وہ زمین اسی لائق ہے ف۳
يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ﴿٦﴾
اے آدمی تجھ کو تکلیف اُٹھانی ہے اپنے رب تک پہنچنے میں سہ سہ کر، پھر اُس سے ملنا ہے ف۴
فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ﴿٧﴾ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا
سو جس کو ملا اعمالنامہ اُس کا داہنے ہاتھ میں تو اُس سے حساب لینگے آسان
يَّسِيْرًا ﴿٨﴾ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴿٩﴾ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ
حساب ف۵ اور پھر کر آئیگا اپنے لوگوں کے پاس خوش ہو کر ف۶ اور جس کو ملا
كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ﴿١٠﴾ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ﴿١١﴾ وَّيَصْلٰى
اُس کا اعمالنامہ پیٹھ کے پیچھے سے ف۷ سو وہ پکاریگا موت موت ف۸ اور پڑے گا
سَعِيْرًا ﴿١٢﴾ اِنَّهٗ كَانَ فِيْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴿١٣﴾ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ
آگ میں وہ رہا تھا اپنے گھر میں بے غم ف۹ اُس نے خیال کیا تھا کہ
لَّنْ يَّحُوْرَ ﴿١٤﴾ بَلٰۤى اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ﴿١٥﴾ فَلَاۤ اُقْسِمُ
پھر کر نہ جائیگا ف۱۰ کیوں نہیں اُس کا رب اُس کو دیکھتا تھا ف۱۱ سو قسم کھاتا ہوں
بِالشَّفَقِ ﴿١٦﴾ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ﴿١٧﴾ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴿١٨﴾ لَتَرْكَبُنَّ
شام کی سُرخی کی اور رات کی اور جو چیزیں اُس میں سمٹ آتی ہیں ف۱۲ اور چاند کی جب پورا بھر جائے ف۱۳ کہ تم کو چڑھنا ہے
طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿١٩﴾ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ
سیڑھی پر سیڑھی ف۱۴ پھر کیا ہوا ہے انکو جو یقین نہیں لاتے ف۱۵ اور جب پڑھیے اُن کے پاس
الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ﴿٢١﴾ السجدة بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٢﴾ وَاللّٰهُ
قرآن وہ سجدہ نہیں کرتے ف۱۶ اُوپر سے اور یہ کہ منکر جھٹلاتے ہیں اور اللہ
اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ﴿٢٣﴾ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٢٤﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ
خوب جانتا ہے جو اندر بھر رکھتے ہیں ف۱۷ سو خوشی سُنا دے اُن کو عذاب دردناک کی ف۱۸ مگر جو لوگ کہ

ف۶ نہ سزا کا خوف رہیگا نہ غصہ کا ڈر، نہایت امن و اطمینان سے اپنے احباب و اقارب اور مسلمان بھائیوں کے پاس خوشیاں مناتا ہوا آئیگا۔

ف۷ یعنی پیٹھ کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں پکڑایا جائیگا۔ فرشتے سامنے سے اُس کی صورت دیکھنا پسند نہیں کرینگے۔ گویا غایت کراہیت کا اظہار کیا جائیگا۔ اور ممکن ہے پیچھے کو مشکیں بندھی ہوں اس لئے اعمالنامہ پشت کی طرف سے دینے کی نوبت آئے۔

ف۸ یعنی عذاب کے ڈر سے موت مانگے گا۔

ف۹ یعنی دنیا میں آخرت سے بیفکر تھا اُس کا بدلہ یہ ہے کہ آج سخت غم میں مبتلا ہونا پڑا۔ اس کے برعکس جو لوگ دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی فکر میں گھلے جاتے تھے اُن کو آج بالکل بیفکری اور امن چین ہے۔ کافر یہاں مسرور تھا، مؤمن وہاں مسرور ہے۔

ف۱۰ اسے کہاں خیال تھا کہ ایک روز خدا کی طرف واپس ہونا اور رتی رتی کا حساب دینا ہے اسی لئے گناہوں اور شرارتوں پر خوب دلیر رہا۔

ف۱۱ یعنی پیدائش سے موت تک برابر دیکھتا تھا کہ اُس کی روح کہاں سے آئی، بدن کس کس چیز سے بنا۔ پھر کیا اعتقاد رکھا، کیا عمل کیا۔ دل میں کیا بات تھی۔ زبان سے کیا نکلا۔ ہاتھ پاؤں سے کیا کمایا، اور موت کے بعد اُس کی روح کہاں گئی اور بدن کے اجزاء بکھر کر کہاں کہاں پہنچے۔ وغیر ذٰلک۔ جو خدا آدمی کے احوال سے اس قدر واقف ہو اور ہر جزئی و کلی حالت کو نگاہ میں رکھتا ہو، کیا گمان کر سکتے ہو کہ وہ اُس کو یوں ہی مہمل اور معطل چھوڑ دیگا؟ ضرور ہے کہ اُس کے اعمال پر ثمرات و نتائج مرتب کرے۔

ف۱۲ یعنی آدمی اور جانور جو دن میں تلاش معاش کیلئے مکانوں سے نکل کر اِدھر اُدھر منتشر ہوتے ہیں رات کے وقت سب طرف سے سمٹ کر اپنے اپنے ٹھکانوں پر جمع ہو جاتے ہیں۔

ف۱۳ یعنی چودھویں رات کا چاند جو اپنی حدِّ کمال کو پہنچ جاتا ہے۔

ف۱۴ یعنی دنیا کی زندگی میں مختلف دَور سے بتدریج گزر کر اخیر میں موت کی سیڑھی ہے، پھر عالمِ برزخ کی، پھر قیامت کی، پھر قیامت میں خدا جانے کتنے احوال و مراتب درجہ بدرجہ طے کرنے ہیں جیسے رات کے شروع میں شفق کے باقی رہنے تک ایک قسم کی روشنی رہتی ہے۔ جو فی الحقیقت بقیہ ہے آفتاب کے اثرات کا، پھر شفق غائب ہونے پر دوسرا دَور تاریکی کا شروع ہوتا ہے جو سب چیزوں کو اپنے اندر سمیٹ لیتی ہے۔ اس میں چاند بھی نکلتا ہے اور درجہ بدرجہ اُس کی روشنی بڑھتی ہے آخر چودھویں شب کو ماہِ کامل کا نور اُس تاریک فضا میں ساری رات اُجالا رکھتا ہے۔ گویا انسانی احوال کے طبقات رات کی مختلف کیفیات سے مشابہ ہوئے۔ واللہ اعلم۔

ف۱۵ کہ ہم کو موت کے بعد بھی کسی طرف رجوع ہونا ہے اور ایک بڑا بھاری سفر درپیش ہے جس کے لئے کافی توشہ ساتھ ہونا چاہیئے۔

ف۱۶ یعنی اگر اُن کی عقل خود بخود ان حالات کو دریافت نہیں کر سکتی تھی تو لازم تھا کہ قرآن کے بیان سے فائدہ اُٹھاتے لیکن اُس کے برخلاف اُن کا حال یہ ہے کہ قرآن معجز بیان کو سُن کر بھی ذرا عاجزی اور تذلل کا اظہار نہیں کرتے۔ حتیٰ کہ جب مسلمان خدا کی آیات سُن کر سجدہ کرتے ہیں، اُن کو سجدہ کی توفیق نہیں ہوتی۔

ف۱۷ یعنی فقط اتنا ہی نہیں کہ اللہ کی آیات سُن کر انقیاد و تذلل کا اظہار نہیں کرتے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ اُن کو زبان سے جھٹلاتے ہیں اور دلوں میں جو تکذیب و انکار، بغض و عناد اور حق کی دشمنی بھری ہوئی ہے اُس کو تو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔

ف۱۸ یعنی خوشخبری سُنا دیجئے کہ جو کچھ وہ کما رہے ہیں اُس کا پھل ضرور ملیگا۔ اُن کی یہ کوششیں ہرگز خالی نہیں جائینگی۔

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۲۵﴾
بھلے یقین لائے اور کام کئے اُن کے لئے ثواب ہے بے انتہا ف۱

ع ۹

سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَانِ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً

سورۂ بروج مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی بائیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ﴿۱﴾ وَالْیَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ﴿۲﴾ وَشَاهِدٍ وَّ
قسم ہے آسمان کی جس میں برج ہیں ف۲ اور اُس دن کی جس کا وعدہ ہے ف۳ اور اُسدن کی جو حاضر ہوتا ہے

مَشْهُوْدٍ ﴿۳﴾ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ
اور اُس کی کہ جسکے پاس حاضر ہوتے ہیں ف۴ مارے گئے کھائیاں کھودنے والے آگ ہے بہت

الْوَقُوْدِ ﴿۵﴾ اِذْ هُمْ عَلَیْهَا قُعُوْدٌ ﴿۶﴾ وَّهُمْ عَلٰى مَا یَفْعَلُوْنَ
ایندھن والی ف۵ جب وہ اُس پر بیٹھے اور جو کچھ وہ کرتے

بِالْمُؤْمِنِیْنَ شُهُوْدٌ ﴿۷﴾ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْمِنُوْا
مسلمانوں کے ساتھ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ف۶ اور اُن سے بدلہ نہ لینے تھے مگر اسی بات کا کہ وہ یقین لائے

بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ﴿۸﴾ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ
اللہ پر جو زبردست ہے تعریفوں والا جس کا راج ہے آسمانوں میں اور

الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ
زمین میں اور اللہ کے سامنے ہے ہر چیز ف۷ تحقیق جو

فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ
دین سے بچلائے ایمان والے مردوں کو اور عورتوں کو پھر توبہ نہ کی تو اُن کے لیے

عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ ﴿۱۰﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ
عذاب ہے دوزخ کا اور اُن کے لئے عذاب ہے آگ لگے کا ف۸ بیشک جو لوگ

منزل ۷

ف۱ جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ ف۲ برجوں سے مراد یا تو وہ بارہ برج ہیں جن کو آفتاب ایک سال کی مدت میں تمام کرتا ہے یا آسمانی قلعہ کے وہ حصے جن میں فرشتے پہرہ دیتے ہیں یا بڑے بڑے ستارے جو دیکھنے میں آسمان پر معلوم ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ ف۳ یعنی قیامت کا دن۔ ف۴ سب شہروں میں حاضر ہوتا ہے جمعہ کا دن۔ اور سب ایک جگہ حاضر ہوتے ہیں عرفہ کے دن حج کے لیے اسی لئے روایات میں آیا کہ "شاہد" جمعہ کا دن ہے اور "مشہود" عرفہ کا دن۔ اس کے علاوہ "شاہد" و "مشہود" کی تفسیر میں اقوال بہت ہیں لیکن اوفق بالروایات یہی قول ہے۔ واللہ اعلم۔ (تنبیہ) قرآنی قسموں کے متعلق ہم سورۂ "قیامۃ" کے شروع میں جو لکھ چکے ہیں، اُس کو ہر جگہ یاد رکھنا چاہئے۔ اور اُن قسموں کو جواب قسم سے مناسبت یہ ہے کہ ان سب سے اللہ تعالیٰ کا مالک امکنہ وازمنہ ہونا ظاہر ہوتا ہے اور ایسے مالک الکل کی مخالفت کرنے والے کا مستحق لعن وعقوبت ہونا ظاہر ہے۔
ف۵ یعنی ملعون و مغضوب ہوئے وہ لوگ جنہوں نے بڑی بڑی خندقیں کھود کر آگ سے بھریں اور بہت سا ایندھن ڈال کر اُن کو دھونکایا۔ ان "اصحاب الاخدود" سے کون مراد ہیں؟ مفسرین نے کئی واقعات نقل کئے ہیں۔ لیکن صحیح مسلم، جامع ترمذی اور مسند احمد وغیرہ میں جو قصہ مذکور ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں کوئی کافر بادشاہ تھا۔ اُس کے ہاں ایک ساحر (جادوگر) رہتا تھا۔ جب ساحر کی موت کا وقت قریب ہوا۔ اُس نے بادشاہ سے درخواست کی کہ ایک ہشیار اور ہونہار لڑکا مجھے دیا جائے تو میں اُس کو اپنا علم سکھا دوں تا میرے بعد یہ علم مٹ نہ جائے۔ چنانچہ ایک لڑکا تجویز کیا گیا جو روزانہ ساحر کے پاس جا کر اُس کا علم سیکھتا تھا۔ راستہ میں ایک عیسائی راہب رہتا تھا جو اُس وقت کے اعتبار سے دین حق پر تھا۔ لڑکا اُس کے پاس بھی آنے جانے لگا۔ اور خفیہ طور سے راہب کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا، اور اُس کے فیض صحبت سے ولایت وکرامت کے درجہ کو پہنچا۔ ایک روز لڑکے نے دیکھا کہ کسی بڑے جانور (شیر وغیرہ) نے راستہ روک رکھا ہے جس کی وجہ سے مخلوق پریشان ہے۔ اُس نے ایک پتھر ہاتھ میں لے کر دعا کی کہ اے اللہ! اگر راہب کا دین سچا ہے تو یہ جانور میرے پتھر سے مارا جائے۔ یہ کہہ کر پتھر پھینکا جس سے اُس جانور کا کام تمام ہو گیا۔ لوگوں میں شور ہوا کہ اس لڑکے کو عجیب علم آتا ہے کسی اندھے نے سُن کر درخواست کی کہ میری آنکھیں اچھی کر دو۔ لڑکے نے کہا کہ اچھی کرنے والا میں نہیں۔ وہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔ اگر تو اُس پر ایمان لائے تو میں دُعا کروں۔ اُمید ہے وہ تجھ کو بینا کر دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ شدہ شدہ یہ خبریں بادشاہ کو پہنچیں۔ اُس نے برہم ہو کر لڑکے کو مع راہب اور اندھے کے طلب کر لیا اور کچھ بحث وگفتگو کے بعد راہب اور اندھے کو قتل کر دیا اور لڑکے کی نسبت حکم دیا کہ اُونچے پہاڑ پر سے گرا کر ہلاک کر دیا جائے۔ مگر خدا کی قدرت۔ جو لوگ اُس کو لے گئے تھے، سب پہاڑ سے گر کر ہلاک ہو گئے اور لڑکا صحیح و سالم چلا آیا۔ پھر بادشاہ نے دریا میں غرق کرنے کا حکم دیا۔ وہاں بھی یہ ہی صورت پیش آئی کہ لڑکا صاف بچ کر نکل آیا اور جو لے گئے تھے وہ سب دریا میں ڈوب گئے۔ آخر لڑکے نے بادشاہ سے کہا کہ میں خود اپنے مرنے کی ترکیب بتلاتا ہوں۔ آپ سب لوگوں کو ایک میدان میں جمع کریں۔ اُن کے سامنے مجھ کو سُولی پر لٹکائیں اور یہ لفظ کہہ کر میرے تیر ماریں "بسم اللہ رب الغلام" (اُس اللہ کے نام پر جو رب ہے اس لڑکے کا) چنانچہ بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ اور لڑکا اپنے رب کے نام پر قربان ہو گیا۔ یہ عجیب واقعہ دیکھ کر یکلخت لوگوں کی زبان سے ایک نعرہ بلند ہوا کہ "آمنّا برب الغلام" (ہم سب لڑکے کے رب پر ایمان لائے) لوگوں نے بادشاہ سے کہا کہ لیجئے۔ جس چیز کی روک تھام کر رہے تھے۔ وہ ہی پیش آئی پہلے تو کوئی اِکا دُکا مسلمان ہوتا تھا اب خلق کثیر نے اسلام قبول کر لیا۔ بادشاہ نے غصہ میں آ کر بڑی بڑی خندقیں کھدوائیں اور اُن کو خوب آگ سے بھروا کر اعلان کیا کہ جو شخص اسلام سے نہ پھریگا اُس کو ان خندقوں میں جھونک دیا جائیگا۔ آخر لوگ آگ میں ڈالے جا رہے تھے۔ لیکن اسلام سے نہیں ہٹتے تھے۔ ایک مسلمان عورت لائی گئی جس کے پاس دُودھ پیتا بچہ تھا۔ شاید بچہ کی وجہ سے آگ میں گرنے سے گھبرائی۔ مگر بچہ نے خدا کے حکم سے آواز دی "یٰاُمّاہ اصبری فانک علی الحق" (اماں جان! صبر کر، کہ تو حق پر ہے)
ف۶ یعنی بادشاہ اور اُس کے وزیر و مشیر خندقوں کے آس پاس بیٹھے ہوئے نہایت سنگدلی سے مسلمانوں کے جلنے کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔ بدبختوں کو ذرا رحم نہ آتا تھا۔
ف۷ یعنی ان مسلمانوں کا قصور اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ کفر کی ظلمت سے نکل کر ایک زبردست اور ہر طرح کی تعریف کے لائق خدا پر ایمان لائے۔ جس کی بادشاہت سے زمین وآسمان کا کوئی گوشہ باہر نہیں۔ اور جو ہر چیز کے ذرہ ذرہ احوال سے باخبر ہے۔ جب ایسے خدا کے پرستاروں کو محض اس جرم پر کہ وہ کیوں اُسی اکیلے کو پُوجتے ہیں، آگ میں جلایا جائے تو کیا یہ گمان ہو سکتا ہے کہ ایسا ظلم وستم یوں ہی خالی چلا جائیگا اور وہ خداوند قہار ظالموں کو سخت ترین سزا نہ دیگا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جب اللہ کا غضب آیا وہ ہی آگ پھیل پڑی۔ بادشاہ اور امیروں کے گھر سارے پھونک دیئے۔" مگر روایات صحیحہ میں اس کا ذکر نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔
ف۸ یعنی کچھ اصحاب الاخدود پر منحصر نہیں۔ جو لوگ ایمانداروں کو دین حق سے برگشتہ کرنے کی کوشش کرینگے (جیسے کفار مکہ کر رہے تھے) پھر اپنی ان نالائق حرکات سے تائب نہ ہونگے اُن سب کے لئے دوزخ کا عذاب تیار ہے جس میں بیشمار قسم کی تکلیفیں ہونگی اور بڑی تکلیف آگ لگے کی ہوگی جس میں دوزخی کا تن من سب گرفتار ہوگا۔

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
یقین لائے اور کیں انہوں نے بھلائیاں اُن کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے بہتی ہیں
الْاَنْهٰرُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ﴿١١﴾ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴿١٢﴾ ؕ
نہریں یہ ہے بڑی مراد ملنی ف۱ بیشک تیرے رب کی پکڑ سخت ہے ف۲
اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ﴿١٣﴾ ۚ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴿١٤﴾ ۙ ذُو
بیشک وہی کرتا ہے پہلی مرتبہ اور دوسری ف۳ اور وہی ہے بخشنے والا محبت کرنے والا ف۴ مالک
الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ﴿١٥﴾ ۙ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿١٦﴾ ؕ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ
عرش کا بڑی شان والا کر ڈالنے والا جو چاہے ف۵ کیا پہنچی تجھ کو بات
الْجُنُوْدِ ﴿١٧﴾ ۙ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ﴿١٨﴾ ؕ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ
اُن لشکروں کی فرعون اور ثمود کے ف۶ کوئی نہیں بلکہ منکر
تَكْذِيْبٍ ﴿١٩﴾ ۙ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ﴿٢٠﴾ ۚ بَلْ هُوَ
جھٹلاتے ہیں ف۷ اور اللہ نے اُن کو ہر طرف سے گھیر رکھا ہے ف۸ کوئی نہیں یہ
قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿٢١﴾ ۙ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿٢٢﴾ ع ۱ ۲۲ ۱۰
قرآن ہے بڑی شان کا ف۹ لکھا ہوا لوح محفوظ میں ف۱۰

سُوْرَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سَبْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۂ طارق مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی سترہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ﴿١﴾ ۙ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ﴿٢﴾ ۙ النَّجْمُ
قسم ہے آسمان کی اور اندھیری میں آنیوالے کی اور تونے کیا سمجھا کیا ہے اندھیرے میں آنیوالا وہ تارا
الثَّاقِبُ ﴿٣﴾ ۙ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ﴿٤﴾ ؕ فَلْيَنْظُرِ
چمکتا ہوا کوئی جی نہیں جس پر نہیں ایک نگہبان اب دیکھ لے

ف۱ یعنی یہاں کی تکلیفوں اور ایذاؤں سے نہ گھبرائیں۔ بڑی اور آخری کامیابی اُن ہی کے لئے ہے۔ جس کے مقابلہ میں یہاں کا عیش یا تکلیف سب ہیچ ہے۔

ف۲ اسی لئے ظالموں اور مجرموں کو پکڑ کر سخت ترین سزا دیتا ہے۔

ف۳ یعنی پہلی مرتبہ دنیا کا عذاب اور دوسری مرتبہ آخرت کا (کذا فی الموضح) یا یہ مطلب ہے کہ اول مرتبہ آدمی کو وہ ہی پیدا کرتا ہے اور دوسری مرتبہ موت کے بعد بھی وہ ہی پیدا کریگا۔ پس مجرم اس دھوکا میں نہ رہے کہ موت جب ہمارا نام ونشان مٹا دیگی، پھر ہم کس طرح ہاتھ آئیں گے۔

ف۴ یعنی باوجود اس صفت قہاری وسخت گیری کے اُس کی بخشش اور محبت کی بھی کوئی حد نہیں وہ اپنے فرمانبردار بندوں کی خطائیں معاف کرتا، اُن کے عیب چھپاتا اور طرح طرح کے لُطف وکرم اور عنایت وشفقت سے نوازتا ہے۔

ف۵ یعنی اپنے علم وحکمت کے موافق جو کرنا چاہے کچھ دیر نہیں لگتی نہ کوئی روکنے ٹوکنے کا حق رکھتا ہے۔ بہرحال نہ اُس کے انعام پر بندہ کو مغرور ہونا چاہیئے نہ انتقام سے بے خوف بلکہ ہمیشہ اُس کی صفات جلال وجمال دونوں پر نظر رکھے۔ اور خوف کے ساتھ رجاء اور رجاء کے ساتھ خوف کو دل سے زائل نہ ہونے دے۔

ف۶ کہ ایک مُدّت تک انعام کا دروازہ اُن پر کُھلا رکھا تھا۔ اور ہر طرف سے طرح طرح کی نعمتیں اُن کو پہنچتی تھیں پھر اُن کے کفر و طغیان کی بدولت کیسا سخت انتقام لیا گیا۔

ف۷ یعنی کفار ان قصّوں سے کچھ عبرت نہیں پکڑتے اور عذاب الٰہی سے ذرا نہیں ڈرتے۔ بلکہ ان قصوں کے اور قرآن کے جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں۔

ف۸ یعنی جھٹلانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ہاں اس تکذیب کی سزا بھگتنا ضروری ہے اللہ کے قبضۂ قدرت سے وہ نکل نہیں سکتے نہ سزا سے بچ سکتے ہیں۔

ف۹ یعنی ان کا قرآن کو جھٹلانا محض حماقت ہے۔ قرآن ایسی چیز نہیں جو جھٹلانے کے قابل ہو، یا چند احمقوں کے جھٹلانے سے اُسکی شان اور بزرگی کم ہو جائے۔

ف۱۰ جہاں کسی قسم کا تغیر وتبدل نہیں ہو سکتا۔ پھر وہاں سے نہایت حفاظت واہتمام کے ساتھ صاحب وحی کے پاس پہنچایا جاتا ہے "فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا" (الجن رکوع ۲) اور یہاں بھی قدرت کی طرف سے اُس کی حفاظت کا ایسا سامان ہے جس میں کوئی طاقت رخنہ نہیں ڈال سکتی۔

الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝٥ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝٦ يَّخْرُجُ مِنْ
آدمی کہ کاہے سے بنا ہے ف۱ بنا ہے ایک اُچھلتے ہوئے پانی سے ف۲ جو نکلتا ہے
بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝٧ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝٨ يَوْمَ
پیٹھ کے بیچ سے اور چھاتی کے بیچ سے ف۳ بیشک وہ اُس کو پھیر لاسکتا ہے ف۴ جس دن
تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝٩ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝١٠ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ
جانچے جائیں بھید ف۵ تو کچھ نہ ہوگا اُس کو زور اور نہ کوئی مدد کرنیوالا ف۶ قسم ہے آسمان چکر
الرَّجْعِ ۝١١ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝١٢ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝١٣
مارنے والے کی ف۷ اور زمین پھوٹ نکلنے والی کی ف۸ بیشک یہ بات ہے دوٹوک
وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝١٤ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝١٥ وَّاَكِيْدُ
اور نہیں یہ بات ہنسی کی ف۹ البتہ وہ لگے ہوئے ہیں ایک داؤ کرنے میں اور میں لگا ہوا ہوں
كَيْدًا ۝١٦ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝١٧
ایک داؤ کرنے میں سو ڈھیل دے منکروں کو ڈھیل دے اُن کو تھوڑے دنوں ف۱۰

ع ۱۰

سُوْرَةُ الْاَعْلٰى مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۂ اعلیٰ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی اُنیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝١ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝٢ وَالَّذِيْ
پاکی بیان کر اپنے رب کے نام کی جو سب سے اُوپر ف۱۱ جس نے بنایا پھر ٹھیک کیا ف۱۲ اور جس نے
قَدَّرَ فَهَدٰى ۝٣ وَالَّذِيْ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۝٤ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً
ٹھہرادیا، پھر راہ بتلائی ف۱۳ اور جس نے نکالا چارا پھر کر ڈالا اُس کو کوڑا
اَحْوٰى ۝٥ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى ۝٦ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ
سیاہ ف۱۴ البتہ ہم پڑھائینگے تجھ کو، پھر تو نہ بھولیگا مگر جو چاہے اللہ ف۱۵ وہ

ف۱ یعنی فرشتے رہتے ہیں آدمی کے ساتھ۔ بلاؤں سے بچاتے ہیں یا اُس کے عمل لکھتے ہیں (موضح القرآن) اور قسم میں شاید اس طرف اشارہ ہو کہ جس نے آسمان پر ستاروں کی حفاظت کے ایسے سامان کئے ہیں، اُس کو زمین پر تمہاری یا تمہارے اعمال کی حفاظت کرنا کیا دشوار ہے۔ نیز جس طرح آسمان پر ستارے ہر وقت محفوظ ہیں مگر اُن کا ظہور خاص شب میں ہوتا ہے۔ ایسے ہی سب اعمال، نامۂ اعمال میں اِس وقت بھی محفوظ ہیں، مگر ظہور اُن کا خاص قیامت میں ہوگا۔ جب یہ بات ہے تو انسان کو قیامت کی فکر چاہئے۔ اور اگر اُس کو مستبعد سمجھتا ہے تو اُس کو غور کرنا چاہئے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔

ف۲ یعنی منی سے جو اچھل کر نکلتی ہے۔

ف۳ کہتے ہیں کہ مرد کی منی کا انصباب پیٹھ سے ہوتا ہے اور عورت کا سینہ سے۔ اور بعض علماء نے فرمایا کہ پیٹھ اور سینہ تمام بدن سے کنایہ ہے یعنی منی مرد کی ہو یا عورت کی تمام بدن میں پیدا ہو کر پھر جدا ہوتی ہے اور اس کنایہ میں تخصیص صلب و ترائب کی شاید اس لئے ہو کہ حصول مادۂ منویہ میں اعضاء رئیسہ (قلب، دماغ، کبد) کو خاص دخل ہے جن میں سے قلب و کبد کا تعلق و تلبس ترائب سے اور دماغ کا تعلق بواسطۂ نخاع (حرام مغز) کے صلب سے ظاہر ہے۔ واللہ اعلم۔

ف۴ یعنی اللہ پھر لائیگا مرنے کے بعد (موضح القرآن) حاصل یہ کہ نطفہ سے انسان بنا دینا بہ نسبت دوبارہ بنانے کے زیادہ عجیب ہے جب یہ امر عجیب اس کی قدرت سے واقع ہو رہا ہے تو جائز نہیں کہ اُس سے کم عجیب چیز کے وقوع کا خواہ مخواہ انکار کیا جائے۔

ف۵ یعنی سب کی قلعی کھل جائیگی۔ اور کل باتیں جو دلوں میں پوشیدہ رکھی ہوں یا چھپ کر کی ہوں ظاہر ہو جائینگی اور کسی جرم کا اخفاء ممکن نہ ہوگا۔

ف۶ اُس وقت مجرم نہ اپنے زور و قوت سے مدافعت کر سکے گا نہ کوئی حمایتی ملیگا جو مدد کر کے سزا سے بچالے۔

ف۷ یا بارش لانے والے کی۔

ف۸ یعنی اُس میں سے پھوٹ نکلتے ہیں کھیتی اور درخت۔

ف۹ یعنی قرآن اور جو کچھ وہ معاد کے متعلق بیان کرتا ہے، کوئی ہنسی مذاق کی بات نہیں۔ بلکہ حق و باطل اور صدق و کذب کا دوٹوک فیصلہ ہے۔ اور لاریب وہ سچا کلام اور ایک طے شدہ معاملہ کی خبر دینے والا ہے جو یقیناً پیش آکر رہے گا۔ (تنبیہ) قسم کو اس مضمون سے یہ مناسبت ہوئی کہ قرآن آسمان سے آتا ہے اور جس میں قابلیت ہو مالا مال کر دیتا ہے۔ جیسے بارش آسمان کی طرف سے آتی ہے اور عمدہ زمین کو فیضیاب کرتی ہے۔ نیز قیامت میں ایک غیبی بارش ہوگی جس سے مُردے زندہ ہو جائینگے جس طرح یہاں بارش کا پانی گرنے سے مُردہ اور بیجان زمین سرسبز ہو کر لہلہانے لگتی ہے۔

ف۱۰ یعنی منکرین داؤ پیچ کرتے رہتے ہیں کہ شکوک و شبہات ڈال کر یا اور کسی تدبیر سے حق کو اُبھرنے اور پھیلنے نہ دیں۔ اور میری تدبیر لطیف بھی (جس کا انہیں احساس نہیں) اندر اندر کام کر رہی ہے کہ اُن کے تمامی مکر و کید کا جال توڑ پھوڑ کر رکھدیا جائے اور اُن کے سب داؤ پیچ اُن ہی کی طرف واپس کئے جائیں۔ اب خود سوچ لو کہ اللہ کی تدبیر کے مقابلہ میں کسی کی چالاکی اور مکاری کیا کام دے سکتی ہے لامحالہ یہ لوگ ناکام اور خائب و خاسر ہو کر رہینگے۔ اس لئے مناسب ہے کہ آپ ان کی سزا دہی میں جلدی نہ کریں اور اُنکی حرکات شنیعہ سے گھبرا کر بددعا نہ فرمائیں۔ بلکہ تھوڑے دن ڈھیل دیں پھر دیکھیں نتیجہ کیا ہوتا ہے۔

ف۱۱ حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی آپ نے فرمایا "اِجْعَلُوْهَا فِیْ سُجُوْدِكُمْ" (اس کو اپنے سجود میں رکھو) اسی لئے سجدہ کی حالت میں "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" کہا جاتا ہے۔

ف۱۲ یعنی جو چیز بنائی عین حکمت کے موافق بہت ٹھیک بنائی اور باعتبار خواص و صفات اور اُن فائدوں کے جو اُس چیز سے مقصود ہیں اُس کی پیدائش کو درجۂ کمال تک پہنچایا اور ایسا معتدل مزاج عطا کیا جس سے وہ منافع و فوائد اُس پر مرتب ہو سکیں۔

ف۱۳ حضرت شاہ عبدالقادرؒ لکھتے ہیں "یعنی اوّل تقدیر لکھی پھر اُسی کے موافق دنیا میں لایا۔" گویا دنیا میں آنے کی راہ بتادی اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ تحریر فرماتے ہیں کہ "ہر شخص کے لئے ایک کمال کا اندازہ ٹھہرایا۔ پھر اُس کو وہ کمال حاصل کرنے کی راہ بتلادی۔" وفیہ اقوال اخر لانطول بذکرہا۔

ف۱۴ یعنی اوّل نہایت سبزہ خوشنما گھاس چارہ زمین سے پیدا کیا پھر آہستہ آہستہ اُس کو خشک و سیاہ کر ڈالا تا خشک ہو کر ایک مدت تک جانوروں کے لئے ذخیرہ کیا جا سکے اور خشک کھیتی کٹ کر کام میں آئے۔

ف۱۵ یعنی جس طرح ہم نے اپنی تربیت سے ہر چیز کو بتدریج اُس کے کمال مطلوب تک پہنچایا ہے تم کو بھی آہستہ آہستہ کامل قرآن پڑھادینگے اور ایسا یاد کرادینگے کہ اُس کا کوئی حصہ بھولنے نہ پاؤگے بجز اُن آیتوں کے جن کا بالکل بھلا دینا ہی مقصود ہوگا کہ وہ بھی ایک قسم نسخ کی ہے۔

ف۱ یعنی وہ تمہاری مخفی استعداد اور ظاہری اعمال و احوال کو جانتا ہے اُسی کے موافق تم سے معاملہ کریگا۔ نیز یہ شبہ نہ کیا جائے کہ جو آیات ایک مرتبہ نازل کردی گئیں، پھر اُن کو منسوخ کرنے اور بھلا دینے کے کیا معنی۔ اسکی حکمتوں کا احاطہ کرنا اُسی کی شان ہے جو تمام کھلی چھپی چیزوں کا جاننے والا ہے اُسی کو معلوم ہو کہ کونسی چیز ہمیشہ باقی رہنی چاہیئے۔ اور کس کو ایک مخصوص مدت کے بعد اٹھا لینا چاہیئے کیونکہ اب اس کا باقی رکھنا ضروری نہیں ہے۔ ف۲ یعنی وحی کو یاد رکھنا آسان ہو جائیگا اور اللہ کی معرفت و عبادت اور ملک و ملت کی سیاست کے طریقے سب سہل کر دیئے جائینگے اور کامیابی کے راستہ سے تمام مشکلات ہٹا دی جائینگی۔ ف۳ یعنی اللہ نے جب آپ پر ایسے انعام فرمائے، آپ دوسروں کو فیض پہنچایئے اور اپنے کمال سے دوسروں کی تکمیل کیجئے (تنبیہ) "ان نفعت الذکریٰ" کی شرط اس لئے لگائی کہ تذکیر و وعظ اُس وقت لازم ہے جب مخاطب کی طرف سے اُس کا قبول کرنا مظنون ہو۔ اور منصب آنحضرت صلعم کا وعظ و تذکیر ہر شخص کے لئے نہیں۔ ہاں تبلیغ و انذار (یعنی حکم الٰہی کا پہنچانا اور اللہ کے عذاب سے ڈرانا) تاکہ بندوں پر حجت قائم ہو اور عذر جہل و نادانی کا نہ رہے۔ اتنا باعتبار ہر شخص کے ضرور ہے۔ اس کو عرف میں تذکیر و وعظ نہیں کہتے۔ دعوت و تبلیغ کہتے ہیں۔ شاید اسی لئے بعض مفسرین نے زیادہ واضح الفاظ میں آیت کے معنی یوں کئے ہیں کہ بار بار نصیحت کر اگر ایکبار کی نصیحت نے نفع نہ کیا ہو) اور ہو سکتا ہے کہ "ان نفعت الذکریٰ" کی شرط محض تذکیر کی تاکید کے لئے ہو یعنی اگر کسی کو تذکیر نفع دے تو تجھ کو تذکیر کرنا چاہیئے اور یقینی بات ہے کہ تذکیر عالم میں کسی نہ کسی کو ضرور نفع دیگی گو ہر کسی کو نہ دے۔ کما قال تعالیٰ "وذکر فان الذکریٰ تنفع المؤمنین" پس ایک امر کا ایسی چیز پر معلق کرنا جس کا وقوع ضروری ہے اُس امر کی تاکید کا موجب ہوا۔

يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَىٰ ۝٧ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرَىٰ ۝٨ فَذَكِّرْ

جانتا ہے پکارنے کو اور جو چھپا ہوا ہے ف۱ اور سہج سہج پہنچا دینگے ہم تجھ کو آسانی تک ف۲ سو تو سمجھا دے

إِن نَّفَعَتِ الذِّكْرَىٰ ۝٩ سَيَذَّكَّرُ مَن يَخْشَىٰ ۝١٠ وَيَتَجَنَّبُهَا

اگر فائدہ کرے سمجھانا ف۳ سمجھ جائیگا جس کو ڈر ہوگا ف۴ اور بچتا رہیگا اُس سے

الْأَشْقَى ۝١١ الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَىٰ ۝١٢ ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا

بڑا بدقسمت وہ جو داخل ہوگا بڑی آگ میں ف۵ پھر نہ مریگا اُس میں

وَلَا يَحْيَىٰ ۝١٣ قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ ۝١٤ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ ۝١٥

اور نہ جیے گا ف۶ بیشک بھلا ہوا اُس کا جو سنورا ف۷ اور لیا اُس نے نام اپنے رب کا پھر نماز پڑھی ف۸

بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝١٦ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۝١٧ إِنَّ

کوئی نہیں تم بڑھاتے ہو دنیا کے جینے کو اور پچھلا گھر بہتر ہے اور باقی رہنے والا ف۹ یہ

هَٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ۝١٨ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ ۝١٩ ع ۱

لکھا ہوا ہے پہلے ورقوں میں صحیفوں میں ابراہیم کے اور موسیٰ کے ف۱۰

سُورَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سِتٌّ وَعِشْرُونَ آيَةً

سورۂ غاشیہ مکہ میں نازل ہوئی اور اسکی چھبیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ ۝١ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝٢

کچھ پہنچی تجھ کو بات اُس چھپا لینے والی کی ف۱۱ کتنے منہ اُس دن ذلیل ہونے والے ہیں

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝٣ تَصْلَىٰ نَارًا حَامِيَةً ۝٤ تُسْقَىٰ مِنْ

محنت کرنے والے تھکے ہوئے ف۱۲ گرینگے دہکتی ہوئی آگ میں پانی ملیگا ایک

عَيْنٍ آنِيَةٍ ۝٥ لَّيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِن ضَرِيعٍ ۝٦ لَّا يُسْمِنُ

چشمے کھولتے ہوئے کا ف۱۳ نہیں اُنکے پاس کھانا مگر جھاڑ کانٹوں والا ف۱۴ نہ موٹا کرے

ف۴ سمجھانے سے وہ ہی سمجھتا ہے اور نصیحت سے وہ ہی فائدہ اُٹھاتا ہے، جس کے دل میں تھوڑا بہت خدا کا ڈر اور اپنے انجام کی فکر ہو۔

ف۵ یعنی جس بدقسمت کے نصیب میں دوزخ کی آگ لکھی ہے وہ کہاں سمجھتا ہے۔ اُسے خدا کا اور اپنے انجام کا ڈر ہی نہیں جو نصیحت کی طرف متوجہ ہو اور ٹھیک بات سمجھنے کی کوشش کرے۔

ف۶ یعنی نہ موت ہی آئیگی کہ تکلیفوں کا خاتمہ کر دے اور نہ آرام کی زندگی ہی نصیب ہوگی۔ ہاں ایسی زندگی ہوگی جس کے مقابلہ میں موت کی تمنا کریگا۔ العیاذ باللہ۔

ف۷ یعنی ظاہری و باطنی، حسّی و معنوی نجاستوں سے پاک ہوا اور اپنے قلب و قالب کو عقائد صحیحہ، اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ سے آراستہ کیا۔

ف۸ یعنی پاک صاف ہو کر تکبیر تحریمہ میں اپنے رب کا نام لیا پھر نماز پڑھی۔ اور بعض سلف نے کہا کہ "تزکّی" "زکوٰۃ" سے ہے جس سے مُراد یہاں "صدقۃ الفطر" ہے، اور "ذکر اسم ربہ" سے تکبیرات عید مُراد ہیں۔ اور "فصلّی" میں نماز عید کا ذکر ہے۔ یعنی عید کے دن اول "صدقۃ الفطر" پھر تکبیریں، پھر نماز، والظاہر ہو الاول۔ (تنبیہ) حنفیہ نے پہلی تفسیر کے موافق اس آیت سے دو مسئلے نکالے ہیں اول یہ کہ تحریمہ میں خاص لفظ "اللہ اکبر" کہنا فرض نہیں، مطلق ذکر اسم رب کافی ہے جو مشعر تعظیم ہو اور اپنی غرض و حاجت پر مشتمل نہ ہو۔ ہاں "اللہ اکبر" کہنا احادیث صحیحہ کی بنا پر سنت یا واجب قرار پائیگا دوسرے تکبیر تحریمہ نماز کے لئے شرط ہے رکن نہیں۔ کیونکہ "فصلّی" کا "ذکر اسم ربہ" پر عطف کرنا معطوف و معطوف علیہ کی مغائرت پر دال ہے۔ واللہ اعلم۔

ف۹ یعنی یہ بھلائی تم کو کیسے حاصل ہو جب کہ آخرت کی فکر ہی نہیں بلکہ دنیا کی زندگی اور یہاں کے عیش و آرام کو اعتقاداً یا عملاً آخرت پر ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ دنیا حقیر و فانی اور آخرت اُس سے کہیں بہتر اور پائیدار ہے۔ پھر تعجب ہے کہ جو چیز کمّاً و کیفاً ہر طرح افضل ہو اُسے چھوڑ کر مفضول کو اختیار کیا جائے۔

ف۱۰ یعنی یہ مضمون (قد افلح من تزکّی" سے یہاں تک) اگلی کتابوں میں بھی مذکور ہے۔ جو کسی وقت منسوخ نہیں ہوا، نہ بدلا گیا۔ اس اعتبار سے اور زیادہ مؤکد ہو گیا۔ (تنبیہ) بعض روایات ضعیفہ میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے اور موسیٰ علیہ السلام پر "تورات" کے علاوہ دس صحیفے نازل ہوئے تھے خدا جانے کہاں تک صحیح ہے۔

ف۱۱ یعنی وہ بات سُننے کے لائق ہے۔ (تنبیہ) "غاشیہ" (چھپا لینے والی) سے مُراد قیامت ہے جو تمام مخلوق پر چھا جائیگی اور جس کا اثر سارے عالم پر محیط ہوگا۔

ف۱۲ یعنی آخرت میں مصیبتیں جھیلنے والے اور مصیبت جھیلنے کی وجہ سے خستہ و درماندہ، اور بعض نے کہا کہ "عاملۃ ناصبۃ" سے دنیا کا حال مُراد ہے یعنی کتنے لوگ ہیں جو دنیا میں محنتیں کرتے کرتے تھک جاتے ہیں مگر اُن کی سب محنتیں طریق حق پر نہ ہونے کی وجہ سے سب اکارت ہیں یہاں بھی تکلیفیں اُٹھائیں اور وہاں بھی مصیبت میں رہے "خسر الدنیا والاخرۃ" اسی کو کہتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "(کافر لوگ) جو دنیا میں (بڑی بڑی) ریاضت کرتے ہیں (اللہ کے ہاں) کچھ قبول نہیں ہوتی"۔

ف۱۳ یعنی جب دوزخ کی گرمی اُن کے باطن میں سخت تشنگی پیدا کریگی بے اختیار پیاس پیاس پکارینگے کہ شاید پانی پینے سے یہ تشنگی دُور ہو۔ اُس وقت ایک گرم کھولتے ہوئے چشمہ کا پانی دیا جائیگا جسکے پیتے ہی ہونٹ کباب ہو جائینگے۔ اور آنتیں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑینگی۔ پھر فوراً درست کی جائینگی اور اسی طرح ہمیشہ عذاب میں گرفتار رہینگے۔ العیاذ باللہ۔

ف۱۴ "ضریع" ایک خاردار درخت ہے دوزخ میں جو تلخی میں ایلوے سے زیادہ اور بدبو میں مُردار سے بدتر اور گرمی میں آگ سے بڑھ کر ہے۔ جب دوزخی بھوک کے عذاب سے چلائینگے تو یہ چیز کھانے کو دی جائے گی۔

ف۱ کھانے سے مقصود یا محض لذت حاصل کرنا ہوتا ہے یا بدن کو فربہ کرنا یا بھوک کو دفع کرنا۔ "ضریع" کے کھانے سے کوئی بات حاصل نہ ہوگی۔ لذّت و مزہ کی نفی تو اسکے نام سے ظاہر ہے، باقی دو فائدے اُن کی نفی اس آیت میں تصریحاً کردی۔ غرض کوئی لذیذ و مرغوب کھانا اُن کو مُیسّر نہ ہوگا۔ یہاں تک دوزخیوں کا حال تھا۔ آگے ان کے بالمقابل جنتیوں کا ذکر ہے۔ ف۲ یعنی خوش ہونگے کہ اپنی کوشش ٹھکانے لگی اور محنت کا پھل بہت خوب ملا۔ ف۳ یعنی کوئی بیہودہ بات نہیں سُنینگے۔ چہ جائیکہ گالی گفتار اور ذلت کی بات ہو۔
ف۴ یعنی ایک عجیب طرح کا چشمہ، اور بعض نے اُس کو جنس پر حمل کیا ہے یعنی بہت سے چشمے بہ رہے ہیں۔ ف۵ کہ جب پینے کو جی چاہے دیر نہ لگے۔

وَلَا يُغْنِىْ مِنْ جُوْعٍ ۝٧ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝٨ لِّسَعْيِهَا
اور نہ کام آئے بھوک میں ف۱ کتنے منہ اُس دن تروتازہ ہیں اپنی کمائی سے
رَاضِيَةٌ ۝٩ فِىْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝١٠ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۝١١ فِيْهَا
راضی ف۲ اُونچے باغ میں نہیں سُنتے اُس میں بکواس ف۳ اُس میں
عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝١٢ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۝١٣ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۝١٤
ایک چشمہ ہے بہتا ف۴ اُس میں تخت ہیں اُونچے بچھے ہوئے اور آبخورے سامنے چُنے ہوئے ف۵
وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ۝١٥ وَّزَرَابِىُّ مَبْثُوْثَةٌ ۝١٦ اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ
اور غالیچے برابر بچھے ہوئے ف۶ اور مخمل کے نہالچے جگہ جگہ پھیلے ہوئے ف۷ بھلا کیا نظر نہیں کرتے
اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝١٧ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝١٨ وَ
اُونٹوں پر کہ کیسے بنائے ہیں ف۸ اور آسمان پر کہ کیسا اُس کو بلند کیا ہے ف۹ اور
اِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ۝١٩ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۝٢٠
پہاڑوں پر کہ کیسے کھڑے کر دیئے ہیں ف۱۰ اور زمین پر کہ کیسی صاف بچھائی ہے ف۱۱
فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝٢١ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝٢٢ اِلَّا
سو تو سمجھائے جا، تیرا کام تو یہی سمجھانا ہے تو نہیں اُن پر داروغہ ف۱۲ مگر
مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ۝٢٣ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ۝٢٤ اِنَّ
جس نے منہ موڑا اور منکر ہوگیا تو عذاب کریگا اُس پر اللہ وہ بڑا عذاب بیشک
اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ۝٢٥ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۝٢٦
ہمارے پاس ہے اُنکو پھر آنا پھر بیشک ہمارا ذمہ ہے اُن سے حساب لینا ف۱۳

سُوْرَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — وَّهِىَ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً
سورہ فجر مکہ میں نازل ہوئی — شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے — اور اسکی تیس آیتیں ہیں

وَالْفَجْرِ ۝١ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝٢ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝٣ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝٤
قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور جفت اور طاق کی، اور اُس رات کی جب رات کو چلے ف۱۴

وقف لازم

النصف ع ٢٦ — ١٣

ف۶ یعنی نہایت قرینے اور ترتیب سے بچھے ہوئے، اور گاؤ تکیے لگے ہوئے۔
ف۷ تاکہ جس وقت جہاں چاہیں آرام کریں۔ اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کی کلفت نہ اُٹھائیں۔
ف۸ کہ ہیئت اور خاصیت دونوں اور جانوروں کی نسبت اس میں عجیب ہیں جن کی تفصیل تفسیر عزیزی میں دیکھنے کے قابل ہے۔
ف۹ بدون ظاہری ستون اور کھمبے کے۔
ف۱۰ کہ ذرا اپنی جگہ سے جنبش نہیں کھاتے۔
ف۱۱ کہ اپنی کلانی کے سبب باوجود کروی الشکل ہونے کے مسطح معلوم ہوتی ہے۔ اسی لئے اس پر رہنا سہنا آسان ہوگیا۔ یہ سب دلائل قدرت بیان ہوئے۔ یعنی تعجب ہے ان چیزوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکیمانہ انتظامات کو نہیں سمجھتے جس سے بعث بعد الموت پر اس کا قادر ہونا اور عالم آخرت کے عجیب و غریب انتظامات کا ممکن ہونا سمجھ میں آجاتا اور تخصیص ان چیزوں کی بقول ابن کثیرؒ اس لئے ہے کہ عرب کے لوگ اکثر جنگلوں میں چلتے پھرتے تھے اُس وقت اُن کے سامنے بیشتر یہی چار چیزیں ہوتی تھیں۔ سواری میں اونٹ، اوپر آسمان نیچے زمین، اردگرد پہاڑ، اس لئے انہی علامات میں غور کرنے کے لئے ارشاد ہوا۔
ف۱۲ یعنی جب یہ لوگ باوجود قیام دلائل واضحہ غور نہیں کرتے تو آپ بھی ان کی فکر میں زیادہ نہ پڑیئے بلکہ صرف نصیحت کر دیا کیجئے کیونکہ آپ نصیحت کرنے اور سمجھانے ہی کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ اگر یہ نہیں سمجھتے تو کوئی آپ ان پر داروغہ بنا کر مسلط نہیں کئے گئے کہ زبردستی منوا کر چھوڑیں، اور اُن کے دلوں کو بدل ڈالیں، یہ کام مقلب القلوب ہی کا ہے۔
ف۱۳ یعنی جس نے اللہ کی طاعت سے رُوگردانی کی اور اُس کی آیتوں کا انکار کیا وہ آخرت کے بڑے عذاب اور اللہ کی سخت ترین سزا سے بچ نہیں سکتا۔ یقیناً اُن کو ایک روز ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے اور ہم کو اُن سے رتی رتی کا حساب لینا ہے۔ غرض آپ اپنا فرض ادا کئے جایئے اور اُن کا مستقبل ہمارے سپرد کیجئے۔
ف۱۴ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "عید قرباں کی فجر بڑا حج ادا ہوتا ہے اور دس رات اُس سے پہلے۔ اور جفت اور طاق رمضان کی آخری (عشرہ) دہائی میں ہے۔ اور جب رات کو چلے یعنی پیغمبر معراج کو"۔ یہ سب اوقات متبرک تھے اس لئے ان کی قسم کھائی (تنبیہ) "وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ" کے معنی عموماً مفسرین نے رات کے گذرنے یا اُسکی تاریکی پھیلنے کے لئے ہیں۔ گویا صبح کی قسم کے مقابلہ میں رات کے جانے یا آنے کی قسم کھائی۔ جیسا کہ جفت کے مقابل طاق کی قسم کھائی گئی ہے۔ اور "وَلَيَالٍ عَشْرٍ" سے بھی ممکن ہے مطلق دس راتیں مُراد ہوں کیونکہ اُس کے افراد و مصادیق میں بھی تقابل پایا جاتا ہے مہینہ کے شروع کی دس راتیں اول روشن ہوتی ہیں پھر تاریک اور اخیر کی دس راتیں ابتدا میں تاریک رہتی ہیں پھر روشن ہوتی ہیں اور درمیانی دس راتوں کا حال ان دونوں سے جُداگانہ ہے گویا اس اختلاف و تقابل سے اشارہ فرمادیا کہ آدمی کو عیش و آرام یا مصیبت اور تنگی یا فراخی کی جو حالت پیش آئے مطمئن نہ ہو جائے اور یوں نہ سمجھے کہ اب اس کے خلاف دوسری حالت پیش نہ آئے گی اُسے یاد رکھنا چاہئے کہ حق تعالیٰ خالق اضداد ہے جس طرح وہ آفاق میں ایک ضد کے مقابل دوسری ضد کو لاتا ہے۔ ایسے ہی تمہارے حالات و کوائف کو بھی اپنی حکمت و مصلحت کے موافق اُدل بدل کرتا رہتا ہے۔ چنانچہ آگے جو واقعات و مضامین مذکور ہیں اُن میں اسی اصول پر متنبہ فرمایا ہے (تنبیہ دوم) اس آیت کی تفسیر میں دو حدیثیں مرفوع آئی ہیں جابرؓ کی اور عمران بن حصینؓ کی، حافظ ابن کثیرؒ پہلی کی نسبت لکھتے ہیں "وھذا اسناد رجالہ لا بأس بھم وعندی ان المتن فی رفعہ نکارۃ" اور دوسری کی نسبت فرماتے ہیں "وعندی ان وقفہ علی عمران بن حصین اشبہ واللہ اعلم"۔

ف۱ یعنی یہ قسمیں معمولی نہیں نہایت معتبر اور مہتم بالشان ہیں اور عقلمند لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ تاکید کلام کے لئے ان میں ایک خاص عظمت و وقعت پائی جاتی ہے۔ ف۲ "عاد" ایک شخص کا نام ہے جس کی طرف یہ قوم منسوب ہوئی۔ اُس کے اجداد میں سے ایک شخص "ارم" نامی تھا۔ اُس کی طرف نسبت کرنے سے شاید اس طرف اشارہ ہو کہ یہاں "عاد" سے "عادِ اولیٰ" مراد ہے۔ "عادِ ثانیہ" نہیں، اور بعض نے کہا کہ "قوم عاد" میں جو شاہی خاندان تھا اُسے "ارم" کہتے تھے۔ واللہ اعلم۔ ف۳ یعنی ستون کھڑے کر کے بڑی بڑی اُونچی عمارتیں بناتے۔ یا یہ مطلب ہے کہ اکثر سیر و سیاحت میں رہتے اور اُونچے ستونوں پر خیمے تانتے تھے۔ اور بعض کے نزدیک "ذات العماد" کہہ کر اُن کے اُونچے قد و قامت اور ڈیل ڈول کو ستونوں سے تشبیہ دی ہے۔ واللہ اعلم۔ ف۴ یعنی اُس وقت دنیا میں اس قوم جیسی کوئی قوم مضبوط و طاقتور نہ تھی، یا اُن کی عمارتیں اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں۔ ف۵ "وادی القریٰ" اُن کے مقام کا نام ہے

هَلْ فِىْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِىْ حِجْرٍ ۝٥ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ

ہے اُن چیزوں کی قسم پوری عقلمندوں کے واسطے ف۱ تو نے نہ دیکھا کیسا کیا تیرے رب نے

بِعَادٍ ۝٦ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝٧ الَّتِىْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِى الْبِلَادِ ۝٨ وَ

عاد کے ساتھ وہ جو اِرم میں تھے ف۲ بڑے ستونوں والے ف۳ کہ بنی نہیں ویسی سارے شہروں میں ف۴ اور

ثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝٩ وَفِرْعَوْنَ ذِى الْاَوْتَادِ ۝١٠

ثمود کے ساتھ جنہوں نے تراشا پتھروں کو وادی میں ف۵ اور فرعون کے ساتھ وہ میخوں والا ف۶

الَّذِيْنَ طَغَوْا فِى الْبِلَادِ ۝١١ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ۝١٢ فَصَبَّ

یہ سب تھے جنہوں نے سر اُٹھایا ملکوں میں پھر بہت ڈالی اُن میں خرابی پھر پھینکا

عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝١٣ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۝١٤ فَاَمَّا

اُن پر تیرے رب نے کوڑا عذاب کا ف۷ بیشک تیرا رب لگا ہے گھات میں ف۸ سو

الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ

آدمی جو ہے جب جانچے اُس کو رب اُس کا پھر اُس کو عزت دے اور اُسکو نعمت دے تو کہے

رَبِّىْٓ اَكْرَمَنِ ۝١٥ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ

میرے رب نے مجھ کو عزت دی ف۹ اور وہ جس وقت اُس کو جانچے پھر کھینچ کرے اُس پر روزی کی

فَيَقُوْلُ رَبِّىْٓ اَهَانَنِ ۝١٦ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۝١٧ وَ

تو کہے میرے رب نے مجھے ذلیل کیا ف۱۰ کوئی نہیں پر تم عزت سے نہیں رکھتے یتیم کو ف۱۱ اور

لَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝١٨ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ

تاکید نہیں کرتے آپس میں محتاج کے کھلانے کی ف۱۲ اور کھا جاتے ہو مُردے کا مال

اَكْلًا لَّمًّا ۝١٩ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝٢٠ كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ

سمیٹ کر سارا ف۱۳ اور پیار کرتے ہو مال کو جی بھر کر ف۱۴ کوئی نہیں جب پست کر دیجائے

الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝٢١ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۝٢٢ وَ

زمین کوٹ کوٹ کر ف۱۵ اور آئے تیرا رب ف۱۶ اور فرشتے آئیں قطار قطار ف۱۷ اور

جہاں پہاڑ کے پتھروں کو تراش کر نہایت محفوظ و مضبوط مکان بناتے تھے۔

ف۶ یعنی بڑے لاؤ لشکر والا جس کو فوجی ضروریات کے لئے بہت کثیر مقدار میں میخیں رکھنا پڑتی تھیں یا یہ مطلب ہے کہ لوگوں کو چومیخا کر کے سزا دیتا تھا۔

ف۷ یعنی ان قوموں نے عیش و دولت اور زور و قوت کے نشہ میں مست ہو کر ملکوں میں خوب اودھم مچایا، بڑی بڑی شرارتیں کیں اور ایسا سر اُٹھایا۔ گویا اُن کے سروں پر کوئی حاکم ہی نہیں؟ ہمیشہ اسی حال میں رہنا ہے! کبھی اس ظلم و شرارت کا خمیازہ بھگتنا نہیں پڑیگا؟ آخر جب اُن کے کفر و تکبر اور جور و ستم کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اور مہلت و درگذر کا کوئی موقع باقی نہ رہا دفعۃً خداوند قہار نے اُن پر اپنے عذاب کا کوڑا برسا دیا۔ اُن کی سب قوت اور بڑائی خاک میں مل گئی اور وہ سازوسامان کچھ کام نہ آیا۔

ف۸ یعنی جیسے کوئی شخص گھات میں پوشیدہ رہ کر آنے جانے والوں کی خبر رکھتا ہے کہ فلاں کیونکر گزرا اور کیا کرتا ہوا گیا، اور فلاں کیا لایا اور کیا لے گیا، پھر وقت آنے پر اپنی اُن معلومات کے موافق معاملہ کرتا ہے۔ اسی طرح سمجھ لو کہ حق تعالیٰ انسانوں کی آنکھوں سے پوشیدہ رہ کر سب بندوں کے ذرہ ذرہ احوال و اعمال دیکھتا ہے کوئی حرکت و سکون اُس سے مخفی نہیں۔ ہاں سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ غافل بندے سمجھتے ہیں کہ بس کوئی دیکھنے اور پوچھنے والا نہیں جو چاہو بے دھڑک کئے جاؤ۔ حالانکہ وقت آنے پر اُن کا سارا کچا چٹھا کھول کر رکھ دینا ہے اور ہر ایک سے انہی اعمال کے موافق معاملہ کرنا ہے جو شروع سے اُس کے زیر نظر تھے اُس وقت پتہ لگتا ہے کہ وہ سب ڈھیل تھی اور بندوں کا امتحان تھا کہ دیکھیں کن حالات میں کیا کچھ کرتے ہیں اور ایک عارضی حالت پر نظر کر کے آخری انجام کو تو نہیں بھولتے۔

ف۹ یعنی میں اسی لائق تھا۔ اس لیے عزت دی۔

ف۱۰ یعنی میری قدر نہ کی۔ خلاصہ یہ ہے کہ اُس کی نظر صرف دنیا کی زندگی اور حالت حاضرہ پر ہے بس دنیا کی موجودہ راحت و تکلیف ہی کو عزت و ذلت کا معیار سمجھتا ہے۔ نہیں جانتا کہ دونوں حالتوں میں اُس کی آزمائش ہے۔ نعمت دے کر اُس کی شکرگذاری اور سختی بھیج کر اُس کے صبر و رضا کو جانچا جا رہا ہے۔ نہ یہاں کا عارضی عیش و آرام اللہ کے ہاں مقبول و معزز ہونے کی دلیل ہے۔ نہ محض تنگی اور سختی مردود ہونے کی علامت ہے مگر انسان اپنے افعال و اعمال پر نظر نہیں کرتا۔ اپنی بے عقلی یا بے حیائی سے رب پر الزام رکھتا ہے۔

ف۱۱ یعنی خدا کے ہاں تمہاری عزت کیوں ہو، جب تم بیکس یتیموں کی عزت اور خاطر مدارات نہیں کرتے۔ ف۱۲ یعنی خود اپنے مال سے مسکینوں کی خبرگیری کرنا تو کجا۔ دوسروں کو بھی اس طرف نہیں اُبھارتے کہ بھوکے محتاجوں کی خبر لے لیا کریں۔ ف۱۳ یعنی مُردے کی میراث لینے میں حلال حرام اور حق ناحق کی کچھ تمیز نہیں، جو قابو چڑھا ہضم کیا، یتیموں اور مسکینوں کے حقوق تلف ہوں، ہونے دو۔ ف۱۴ یعنی جڑ کی بات یہ ہے کہ تمہارا دل مال کی حرص اور محبت سے بھرا ہوا ہے۔ بس کسی طرح مال ہاتھ آئے اور ایک پیسہ کسی نیک کام میں ہاتھ سے نہ نکلے خواہ آگے چل کر نتیجہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ مال کی اس قدر محبت اور پرستش کہ آدمی اسی کو کعبۂ مقصود ٹھہرا لے، صرف کافر کا شیوہ ہو سکتا ہے۔ ف۱۵ یعنی سب ٹیلے اور پہاڑ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں اور زمین صاف چٹیل میدان ہو جائے۔ ف۱۶ یعنی اپنی قہری تجلّی کے ساتھ جیسا اُس کی شان کے لائق ہے۔ ف۱۷ یعنی میدان حشر میں آئینگے وہاں انتظامات کے لئے۔

ف۱ یعنی لاکھوں فرشتے اُس کی جگہ سے کھینچ کر محشر والوں کے سامنے لائینگے۔ ف۲ یعنی اُس وقت سمجھیگا کہ میں سخت غلطی اور غفلت میں تھا مگر اُس وقت کا سمجھنا کس کام کا۔ سوچنے سمجھنے کا موقع ہاتھ سے نکل چکا۔ دار العمل میں جو کام کرنا چاہئیے تھا وہ دار الجزاء میں نہیں ہو سکتا۔ ف۳ یعنی افسوس دنیا کی زندگی میں کچھ نیکی کر کے آگے نہ بھیجی۔ جو آج اس زندگی میں کام آتی یونہی خالی ہاتھ چلا آیا۔ کاش حسنات کا کوئی ذخیرہ آگے روانہ کر دیتا جو یہاں کے لئے توشہ بنتا۔ ف۴ یعنی اللہ تعالےٰ اُس دن مجرموں کو ایسی سخت سزا دیگا اور ایسی سخت قید میں رکھیگا کہ کسی دوسرے کی طرف سے اس طرح کی سختی کسی مجرم کے حق میں متصور نہیں۔ اور حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "اُس روز نہ ماریگا اُس کا سا مارنا کوئی۔ نہ آگ نہ دوزخ کے توکل نہ سانپ بچھو، جو دوزخ میں ہونگے، کیونکہ اُن کا مارنا اور دُکھ دینا عذاب جسمانی ہے، اور حق تعالیٰ کا عذاب اس طور سے ہوگا کہ مجرم کی روح کو حسرت اور ندامت میں گرفتار کر دیگا جو عذاب رُوحانی ہے اور ظاہر ہے عذاب رُوحانی کو عذاب جسمانی سے کیا نسبت، نیز نہ باندھیگا اُس کا سا باندھنا کوئی۔ کیونکہ دوزخ کے پیادے ہر چند کہ دوزخیوں کے گلے میں طوق ڈالینگے اور زنجیروں سے جکڑینگے اور دوزخ کے دروازے بند کر کے اُوپر سے سرپوش رکھدینگے لیکن اُن کی عقل اور خیال کو بند نہ کر سکینگے اور عقل و خیال کی عادت ہے کہ بہت سی باتوں کی طرف التفات کرتا ہے اور اُن میں سے بعض باتیں دوسری باتوں کے لئے حجاب ہو جاتی ہیں۔ اسی لئے عین قید کی تنگی میں انسان کو عقلی اور خیالی وسعت حاصل ہوتی ہے۔ برخلاف اس شخص کے کہ اللہ تعالےٰ عقل و خیال کو اِدھر اُدھر جانے سے روک دے اور بالکل ہمہ تن دکھ درد ہی کی طرف متوجہ رکھے۔ تو ایسی قید بدنی قید سے ہزاروں درجے سخت ہے۔ اسی لئے مجنون سودائیوں کو عین باغوں اور جنگلوں کی سَیر کے وقت تنگی اور گھبراہٹ وہم و خیال کے سبب سے پَیدا ہو جاتی ہے کہ وہ باغ اور وسیع جنگل اُس کی نظر میں تنگ معلوم ہوتے ہیں۔

جَآیْٓءَ یَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ۬ یَوْمَئِذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ
لائی جائے اُس دن دوزخ ف۱ اُس دن سوچے گا آدمی اور کہاں ملے اُس کو
الذِّكْرٰى ﴿٢٣﴾ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ ﴿٢٤﴾ فَیَوْمَئِذٍ
سوچنا ف۲ کہے کیا اچھا ہوتا جو میں کچھ آگے بھیجدیتا اپنی زندگی میں ف۳ پھر اُس دن
لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ ﴿٢٥﴾ وَّ لَا یُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ ﴿٢٦﴾ یٰۤاَیَّتُهَا
عذاب نہ دے اُس کا سا کوئی اور نہ باندھ کر رکھے اُس کا سا باندھنا کوئی ف۴ اے وہ
النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ﴿٢٨﴾
جی جس نے چین پکڑ لیا پھر چل اپنے رب کی طرف تو اُس سے راضی وہ تجھ سے راضی
فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ﴿٣٠﴾
پھر شامل ہو میرے بندوں میں اور داخل ہو میری بہشت میں ف۵

ع ٣٠ ۔ ١٤

سُوْرَةُ الْبَلَدِ مَكِّیَّةٌ وَّهِیَ عِشْرُوْنَ اٰیَةً

سورۂ بلد مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی بیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

لَاۤ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿١﴾ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿٢﴾ وَوَالِدٍ
قسم کھاتا ہوں میں اس شہر کی ف۶ اور تجھ پر قید نہیں رہیگی اس شہر میں ف۷ اور قسم ہے جنتے کی
وَّمَا وَلَدَ ﴿٣﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ﴿٤﴾ اَیَحْسَبُ
اور جو اُس نے جنا ف۸ تحقیق ہم نے بنایا آدمی کو محنت میں ف۹ کیا خیال رکھتا ہے وہ
اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَدٌ ﴿٥﴾ یَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ﴿٦﴾
کہ اُس پر بس نہ چلے گا کسی کا ف۱۰ کہتا ہے میں نے خرچ کر ڈالا مال ڈھیروں ف۱۱
اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَهٗۤ اَحَدٌ ﴿٧﴾ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ ﴿٨﴾ وَ
کیا خیال رکھتا ہے کہ دیکھا نہیں اُس کو کسی نے ف۱۲ بھلا ہم نے نہیں دیں اُس کو دو آنکھیں ف۱۳ اور

وقف لازم

ف۵ پہلے مجرموں اور ظالموں کا حال بیان ہوا تھا۔ اب اُس کے مقابل اُن لوگوں کا انجام بتلاتے ہیں جن کے دلوں کو اللہ کے ذکر اور اُس کی طاعت سے چین اور آرام ملتا ہے اُن سے محشر میں کہا جائیگا کہ اے نفس آرمیدہ بحق! جس محبوب حقیقی سے تو لو لگائے ہوئے تھا، اب ہر قسم کے جھگڑوں اور خرخشوں سے یکسو ہو کر راضی خوشی اُس کے مقام قرب کی طرف چل، اور اُس کے مخصوص بندوں کے زمرہ میں شامل ہو اُس کی عالیشان جنت میں قیام کر۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤمن کو موت کے وقت بھی یہ بشارت سنائی جاتی ہے۔ بلکہ عارفین کا تجربہ بتلاتا ہے کہ اس دنیا کی زندگی میں بھی ایسے نفوس مطمئنہ اس طرح کی بشارات کا فی الجملہ حظ اُٹھاتے ہیں "اللّٰهُمَّ اِنّی اسْأَلُكَ نَفْسًا بِكَ مُطْمَئِنَّةً تُؤْمِنُ بِلِقَآئِكَ وَتَرْضٰى بِقَضَآئِكَ وَتَقْنَعُ بِعَطَآئِكَ"۔ (تنبیہ) نفس مطمئنہ، نفس امّارہ اور نفس لوّامہ کی تحقیق سورۂ "قیامہ" کے شروع میں دیکھ لی جائے۔

ف۶ یعنی مکہ معظمہ کی۔

ف۷ مکہ میں ہر شخص کو لڑائی کی ممانعت ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صرف فتح مکہ کے دن یہ ممانعت نہیں رہی تھی جو کوئی آپ سے لڑا اُس کو مارا۔ اور بعض سنگین مجرموں کو خاص کعبہ کی دیوار کے پاس قتل کیا گیا۔ پھر اُس دن کے بعد سے وہی ممانعت قیامت تک کے لئے قائم ہو گئی۔ چونکہ اس آیت میں مکہ کی قسم کھا کر اُن شدائد اور سختیوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے جن میں سے انسان کو گزرنا پڑتا ہے اور اُس وقت دنیا کا بزرگ ترین انسان اسی شہر مکہ میں دشمنوں کی طرف سے زہرہ گداز سختیاں جھیل رہا تھا۔ اس لئے درمیان میں بطور جملہ معترضہ "وانت حلٌّ بھذا البلد" فرما کر تسلی کر دی کہ اگرچہ آج آپ کا احترام اس شہر کے جاہلوں میں نہیں ہے لیکن ایک وقت آیا چاہتا ہے جب آپ کا اسی شہر میں فاتحانہ داخلہ ہوگا۔ اور اس مقدس مقام کی ابدی تطہیر و تقدیس کے لئے مجرموں کو سزا دینے کی بھی آپ کو اجازت ہوگی۔ یہ پیشین گوئی ۸ھ میں خدا کے فضل سے پوری ہوئی۔

(تنبیہ) بعض نے "وانت حل بھذا البلد" کے معنی "وانت نازل" کے لئے ہیں یعنی میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں بحالیکہ آپ اس شہر میں پیدا کئے گئے اور قیام پذیر ہوئے۔ ف۸ یعنی آدم اور بنی آدم وقیل غیر ذالک۔ ف۹ یعنی آدمی ابتداء سے انتہا تک مشقت اور رنج میں گرفتار ہے اور طرح طرح کی سختیاں جھیلتا رہتا ہے۔ کبھی مرض میں مبتلا ہے کبھی رنج میں، کبھی فکر میں شاید عمر بھر میں کوئی لمحہ ایسا آتا ہو جب کوئی انسان تمام قسم کے خرخشوں اور محنت و تکلیف سے آزاد ہو کر بالکل بیفکری کی زندگی بسر کرے۔ حقیقت میں انسان کی پیدائشی ساخت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ ان سختیوں اور بکھیڑوں سے نجات نہیں پا سکتا۔ آدم اور اولاد آدم کے احوال کا مشاہدہ خود اس کی واضح دلیل ہے۔ اور مکہ جیسے سنگلاخ ملک کی زندگی خصوصًا اُس وقت جبکہ وہاں افضل الخلائق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت ترین جور و جفا اور ظلم و ستم کے ہدف بنے ہوئے تھے "لقد خلقنا الانسان فی کبد" کی نمایاں شہادت ہے۔
ف۱۰ یعنی انسان جن سختیوں اور محنت و مشقت کی راہوں سے گزرتا ہے اُس کا مقتضاء تو یہ تھا کہ اُس میں عجز و درماندگی پیدا ہوتی اور اپنے کو بستۂ حکم و قضا سمجھ کر مطیع امر و تابع رضا ہوتا اور ہر وقت اپنی احتیاج و افتقار کو پیش نظر رکھتا۔ لیکن انسان کی حالت یہ ہے کہ بالکل بھُول میں پڑا ہے۔ تو کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ کوئی ہستی ایسی نہیں جو اس پر قابو پا سکے اور اُس کی سرکشی کی سزا دے سکے۔
ف۱۱ یعنی رسول کی عداوت، اسلام کی مخالفت اور معصیت کے مواقع میں یونہی بے تکے پن سے مال خرچ کرنے کو ہنر سمجھتا ہے۔ پھر اُسے بڑھا چڑھا کر فخر سے کہتا ہے کہ میں اتنا کثیر مال خرچ کر چکا

بقیہ فوائد صفحہ ۷۹۱ - ہوں۔ کیا اس کے بعد بھی کوئی میرے مقابلہ میں کامیاب ہو سکتا ہے لیکن آگے چل کر پتہ لگیگا کہ یہ سب خرچ کیا ہوا مال یونہی برباد گیا۔ بلکہ اُلٹا وبالِ جان ہوا۔ **ف۱۲** یعنی اللہ سب دیکھ رہا ہے۔ جتنا مال جس جگہ جس نیت سے خرچ کیا ہے۔ جھوٹی شیخی بگھارنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ **ف۱۳** یعنی جس نے دیکھنے کو آنکھیں دیں، کیا وہ خود دیکھتا نہ ہوگا؟ یقیناً جو سب کو بینائی دے وہ سب سے بڑھ کر بینا ہونا چاہیئے۔

لِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ﴿٩﴾ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ﴿١٠﴾ فَلَا اقْتَحَمَ

زبان اور دو ہونٹ **ف۱** اور دکھلادیں اُس کو دو گھاٹیاں **ف۲** سو نہ دھمک سکا

الْعَقَبَةَ ﴿١١﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿١٢﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿١٣﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ

گھاٹی پر **ف۳** اور تو کیا سمجھا کیا ہے وہ گھاٹی چھڑانا گردن کا **ف۴** یا کھلانا

فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴿١٤﴾ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿١٥﴾ اَوْ مِسْكِيْنًا

بھوک کے دن میں **ف۵** یتیم کو جو قرابت والا ہے **ف۶** یا محتاج کو جو

ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿١٦﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ

خاک میں رل رہا ہے **ف۷** پھر ہووے ایمان والوں میں **ف۸** جو تاکید کرتے ہیں آپس میں تحمل کی

وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿١٧﴾ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿١٨﴾ وَالَّذِيْنَ

اور تاکید کرتے ہیں رحم کھانے کی **ف۹** وہ لوگ ہیں بڑے نصیب والے **ف۱۰** اور جو

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ﴿١٩﴾ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴿٢٠﴾

منکر ہوئے ہماری آیتوں سے وہ ہیں کمبختی والے **ف۱۱** انہی کو آگ میں موند دیا ہے **ف۱۲**

ع ۱ ۲۰ ۱۵

سُوْرَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسَ عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۂ شمس مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پندرہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا ﴿١﴾ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ﴿٢﴾ وَالنَّهَارِ اِذَا

قسم سورج کی اور اُسکے دھوپ چڑھنے کی، اور چاند کی جب آئے سورج کے پیچھے **ف۱۳** اور دن کی جب

جَلّٰىهَا ﴿٣﴾ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىهَا ﴿٤﴾ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا ﴿٥﴾ وَ

اُسکو روشن کرلے **ف۱۴** اور رات کی جب اُس کو ڈھانک لیوے **ف۱۵** اور آسمان کی اور جیسا کہ اُسکو بنایا **ف۱۶** اور

الْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا ﴿٦﴾ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ﴿٧﴾ فَاَلْهَمَهَا

زمین کی اور جیسا کہ اُسکو پھیلایا **ف۱۷** اور جی کی اور جیسا کہ اُسکو ٹھیک بنایا **ف۱۸** پھر سمجھ دی اُس کو

فوائد صفحہ ہذا۔ **ف۱** جن سے بات کرنے اور کھانے پینے میں مدد لیتا ہے۔

ف۲ یعنی خیر اور شر دونوں کی راہیں بتلادیں۔ تاکہ بُرے راستہ سے بچے اور اچھے راستہ پر چلے۔ اور یہ بتلانا اجمالی طور پر عقل و فطرت سے ہوا اور تفصیلی طور پر انبیاء و رسل کی زبان سے۔ (تنبیہ) بعض نے "نجدین" سے مُراد عورت کی پستان لئے ہیں یعنی بچے کو دودھ پینے اور غذا حاصل کرنے کا راستہ بتلادیا۔

ف۳ یعنی اس قدر انعامات کی بارش اور اسباب ہدایت کی موجودگی میں بھی اُسے توفیق نہ ہوئی کہ دین کی گھاٹی پر آ دھمکتا۔ اور مکارم اخلاق کے راستوں کو طے کرتا ہوا فوز و فلاح کے بلند مقامات پر پہنچ جاتا۔ (تنبیہ) دین کے کاموں کو گھاٹی اس لئے کہا کہ مخالفت ہوا کی وجہ سے اُن کا انجام دینا نفس پر شاق اور گراں ہوتا ہے۔

ف۴ یعنی غلام آزاد کرنا۔ یا قرضدار کی گردن قرض سے چھڑوانا۔

ف۵ یعنی قحط کے دنوں میں بھوکوں کی خبر لینا۔

ف۶ یتیم کی خدمت کرنا ثواب اور قرابتداروں کے ساتھ سلوک کرنا بھی ثواب، جہاں دونوں جمع ہو جائیں تو دوہرا ثواب ہوگا۔

ف۷ یعنی فقر و فاقہ اور تنگدستی سے خاک میں مل رہا ہو، یہ مواقع ہیں مال خرچ کرنے کے نہ یہ کہ شادی غمی کی فضول رسموں اور خدا کی نافرمانیوں میں روپیہ برباد کرکے دنیا کی رسوائی اور آخرت کا وبال سر لیا جائے۔

ف۸ یعنی پھر ان سب اعمال کے مقبول ہونے کی سب سے بڑی شرط ایمان ہے۔ اگر یہ چیز نہیں تو سب کیا کرایا اکارت ہے۔

ف۹ یعنی ایک دوسرے کو تاکید کرتے رہتے ہیں کہ حقوق و فرائض کے ادا کرنے میں ہر قسم کی سختیوں کا تحمل کرو اور خدا کی مخلوق پر رحم کھاؤ تا آسمان والا تم پر رحم کھائے۔

ف۱۰ یعنی یہ لوگ بڑے خوش نصیب اور میمون و مبارک ہیں جن کو عرش عظیم کے دائیں جانب جگہ ملیگی اور اُن کا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیا جائیگا

ف۱۱ یعنی بدنصیب منحوس، شامت زدہ جن کا اعمالنامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائیگا اور عرش کے بائیں طرف کھڑے کئے جائینگے۔

ف۱۲ یعنی دوزخ میں ڈال کر سب دروازے نکلنے کے بند کر دیئے جائیں گے۔ اعاذنا اللہ منہا۔

ف۱۳ یعنی سورج غروب ہونے کے بعد جب اُس کی چاندنی پھیلے۔

ف۱۴ یعنی جب دن میں سورج پوری روشنی اور صفائی کے ساتھ جلوہ گر ہو۔

ف۱۵ یعنی جب رات کی تاریکی خوب چھا جائے اور سورج کی روشنی کا کچھ نشان دکھائی نہ دے۔

ف۱۶ یعنی جس شان و عظمت کا اُس کو بنایا۔ اور بعض کے نزدیک "ما بناھا" سے مُراد اُس کا بنانے والا ہے۔

ف۱۷ یعنی جس حکمت سے اُس کو پھیلا کر مخلوق کی بود و باش کے قابل کیا۔ یہاں بھی بعض نے "وما طحٰھا" سے اُس کا پھیلانے والا مُراد لیا ہے۔

ف۱۸ کہ اعتدال مزاج کا اور حواس ظاہری و باطنی اور قوائے طبیعیہ حیوانیہ و نفسانیہ سب اُس کو دیئے اور نیکی بدی کے راستوں پر چلنے کی استعداد رکھی۔

ف۱ یعنی اوّل تو اجمالی طور پر عقل سلیم اور فطرتِ صحیحہ کے ذریعہ سے بھلائی بُرائی میں فرق کرنے کی سمجھ دی۔ پھر تفصیلی طور پر انبیاء و رُسُل کی زبانی خوب کھول کھول کر بتلا دیا کہ یہ راستہ بدی کا اور یہ پرہیزگاری کا ہے۔ اس کے بعد قلب میں جو نیکی کا رجحان یا بدی کی طرف میلان ہو، اُن دونوں کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ گو القاء اوّل میں فرشتہ واسطہ ہوتا ہے۔ اور ثانی میں شیطان۔ پھر وہ رجحان و میلان کبھی بندہ کے قصد و اختیار سے مرتبۂ عزم تک پہنچ کر صدورِ فعل کا ذریعہ بن جاتا ہے جس کا خالق اللہ اور کاسب بندہ ہے۔ اسی کسب خیر و شر پر مجازات کا سلسلہ بطریق تسبیب قائم ہے۔ وہٰذہ المسئلۃ من معضلات المسائل۔ وتفصیلہا یطلب من مظانہا۔ ونرید ان نفرد لہا جزءً ان ساعدنا التوفیق واللہ الموفق والمعین۔ ف۲ نفس کا سنوارنا اور پاک کرنا یہ ہے کہ قوت شہویہ اور قوت غضبیہ کو عقل کے تابع کرے اور عقل کو شریعتِ الٰہیہ کا تابعدار بنائے۔ تاکہ روح اور قلب دونوں تجلّیٔ الٰہی کی روشنی سے منوّر ہو جائیں۔

فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ﴿۸﴾ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ﴿۹﴾ وَقَدْ خَابَ
ڈھٹائی کی اور بچ کر چلنے کی ف۱ تحقیق مُراد کو پہنچا جس نے اُس کو سنوار لیا ف۲ اور نامُراد ہوا

مَنْ دَسّٰىهَا ﴿۱۰﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ﴿۱۱﴾ اِذِ انْۢبَعَثَ
جس نے اُس کو خاک میں ملا چھوڑا ف۳ جھٹلایا ثمود نے اپنی شرارت سے ف۴ جب اُٹھ کھڑا ہوا اُن میں کا

اَشْقٰىهَا ﴿۱۲﴾ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ﴿۱۳﴾
بڑا بدبخت ف۵ پھر کہا اُن کو اللہ کے رسُول نے خبردار رہو اللہ کی اونٹنی سے اور اسکی پانی پینے کی باری سے ف۶

فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۪ۙ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ
پھر انہوں نے جھٹلایا اسکو پھر پاؤں کاٹ ڈالے اُسکے پھر اُلٹ مارا اُن پر اُن کے رب نے بسبب انکے گناہوں کے

فَسَوّٰىهَا ﴿۱۴﴾ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ﴿۱۵﴾
پھر برابر کر دیا سب کو ف۷ اور وہ نہیں ڈرتا پیچھا کرنے سے ف۸

سُوْرَةُ اللَّيْلِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
سورۂ الیل مکہ میں نازل ہوئی اور اسکی اکیس آیتیں ہیں شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ﴿۱﴾ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ﴿۲﴾ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ
قسم رات کی جب چھا جائے اور دن کی جب روشن ہو اور اُس کی جو اُس نے پیدا کئے نر

وَالْاُنْثٰٓى ﴿۳﴾ اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ﴿۴﴾ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ﴿۵﴾
اور مادہ تمہاری کمائی طرح طرح پر ہے ف۹ سو جس نے دیا اور ڈرتا رہا

وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ﴿۶﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ﴿۷﴾ وَاَمَّا مَنْۢ
اور سچ جانا بھلی بات کو تو اُس کو ہم سہج سہج پہنچا دینگے آسانی میں ف۱۰ اور جس نے

بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ﴿۸﴾ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ﴿۹﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ﴿۱۰﴾
نہ دیا اور بے پروا رہا اور جھوٹ جانا بھلی بات کو سو اُس کو ہم سہج سہج پہنچا دینگے سختی میں ف۱۱

وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ﴿۱۱﴾ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ﴿۱۲﴾
اور کام نہ آئیگا اُس کے مال اُس کا جب گڑھے میں گریگا ف۱۲ ہمارا ذمہ ہے راہ سمجھا دینا

ف۳ خاک میں ملا چھوڑنے سے یہ مُراد ہے کہ نفس کی باگ یکسر شہوت و غضب کے ہاتھ میں دیدے۔ عقل و شرع سے کچھ سروکار نہ رکھے۔ گویا خواہش اور ہوٰی کا بندہ بن جائے۔ ایسا آدمی جانوروں سے بدتر اور ذلیل ہے۔ (تنبیہ) "قد افلح من زکّٰہا وقد خاب من دسّٰہا" جواب قسم ہے اور اس کو مناسبت قسموں سے یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے سُورج کی دُھوپ اور چاند کی چاندنی دن کا اُجالا، اور رات کا اندھیرا، آسمان کی بلندی اور زمین کی پستی کو ایک دوسرے کے مقابل پیدا کیا اور نفس انسانی میں خیر و شر کی متقابل قوتیں رکھیں اور دونوں کو سمجھنے اور اُن پر چلنے کی قدرت دی۔ اسی طرح متضاد و مختلف اعمال پر مختلف ثمرات و نتائج مرتب کرنا بھی اُسی حکیم مطلق کا کام ہے خیر و شر اور ان دونوں کے مختلف آثار و نتائج کا عالم میں پایا جانا بھی حکمت تخلیق کے اعتبار سے ایسا ہی موزوں و مناسب ہے جیسے اندھیرے اور اُجالے کا وجود۔

ف۴ یعنی حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا۔ یہ "وقد خاب من دسّٰہا" کی ایک مثال عبرت کے لئے بیان فرما دی۔ سورۂ اعراف وغیرہ میں یہ قصہ مفصل گذر چکا ہے۔

ف۵ یہ بدبخت قذار بن سالف تھا۔

ف۶ یعنی خبردار اس کو قتل نہ کرنا اور نہ اس کا پانی بند کرنا۔ پانی کا ذکر اس لئے فرمایا کہ بظاہر اسی سبب سے وہ اس کے قتل پر آمادہ ہوئے تھے۔ اور "اللہ کی اونٹنی" اس اعتبار سے کہا کہ اللہ نے اُس کو حضرت صالحؑ کی نبوت کا ایک نشان بنایا تھا۔ اور اُس کا احترام واجب کیا تھا۔ یہ قصہ پہلے "اعراف" وغیرہ میں گزر چکا۔

ف۷ حضرت صالحؑ نے فرمایا تھا "ولا تمسوھا بسوءٍ فیاخذکم عذابٌ الیم" (اس اونٹنی کو بُرائی سے ہاتھ نہ لگانا، ورنہ سخت دردناک عذاب میں پھنس جاؤ گے) اُن لوگوں نے اس بات کو جھوٹ سمجھا۔ پیغمبر کی تکذیب کی اور اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا۔ آخر وہی ہوا جو حضرت صالحؑ نے کہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سب کو مٹا کر برابر کر دیا۔

ف۸ یعنی جیسے بادشاہانِ دنیا کو کسی بڑی قوم یا جماعت کی سزا دہی کے بعد احتمال ہوتا ہے کہ کہیں ملک میں شورش برپا نہ ہو جائے، یا انتظام مُلکی میں خلل نہ پڑے اللہ تعالیٰ کو ان چیزوں کا کوئی اندیشہ نہیں ہو سکتا۔ ایسی کونسی طاقت ہے جو سزا یافتہ مجرموں کا انتقام لینے کے لئے اُس کا پیچھا کریگی؟ العیاذ باللہ۔

ف۹ یعنی جس طرح دنیا میں رات اور دن، نر اور مادہ، مختلف و متضاد چیزیں پیدا کی گئی ہیں، تمہارے اعمال اور کوششیں بھی مختلف و متضاد ہیں۔ پھر اُن مختلف اعمال و مساعی پر ظاہر ہے ثمرات و نتائج بھی مختلف ہی مرتب ہونگے جن کا ذکر آگے آتا ہے۔

ف۱۰ یعنی جو شخص نیک راستہ میں مال خرچ کرتا اور دل میں خدا سے ڈرتا ہے اور اسلام کی بھلی باتوں کو سچ جانتا، اور بشارات ربّانی کو صحیح سمجھتا ہے، اُس کے لئے ہم اپنی عادت کے موافق نیکی کا راستہ آسان کر دینگے اور انجام کار انتہائی آسانی اور راحت کے مقام پر پہنچا دینگے جس کا نام جنت ہے۔

ف۱۱ یعنی جس نے خدا کی راہ میں خرچ نہ کیا، اُس کی خوشنودی اور آخرت کے ثواب کی پروا نہ کی اور اسلام کی باتوں اور اللہ کے وعدوں کو جھوٹ جانا، اُس کا دل روز بروز تنگ اور سخت ہوتا چلا جائیگا۔ نیکی کی توفیق سلب ہوتی جائیگی اور آخر کار آہستہ آہستہ عذاب الٰہی کی انتہائی سختی میں پہنچ جائے گا۔ یہی اللہ کی عادت ہے کہ سعداء جب نیک عمل اختیار کرتے ہیں اور اشقیاء جب بدعمل کی طرف چلتے ہیں تو دونوں کے لئے وہی راستہ آسان کر دیا جاتا ہے جو انہوں نے تقدیر الٰہی کے موافق اپنے ارادہ اور اختیار سے پسند کر لیا ہے "کُلًّا نُّمِدُّ ھٰٓؤُلَآءِ وَھٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا" (اسراء۔ رکوع ۲)

ف۱۲ یعنی جس مال و دولت پر گھمنڈ کر کے یہ آخرت کی طرف سے بے پروا ہو رہا تھا وہ ذرا بھی عذاب الٰہی سے نہ بچا سکے گا۔

ف۱ یعنی ہماری حکمت اس کو مقتضی نہیں کہ کسی آدمی کو زبردستی نیک یا بد بننے پر مجبور کر دیں۔ ہاں یہ ہم نے اپنے ذمہ لیا ہے کہ سب کو نیکی بدی کی راہ سجھا دیں۔ اور بھلائی بُرائی کو خوب کھول کر بیان کر دیں۔ پھر جو شخص جو راہ اختیار کرلے دنیا اور آخرت میں اُسی کے موافق اُس سے برتاؤ کرینگے۔ ف۲ اس ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے شاید دوزخ کا وہ طبقہ مُراد ہوگا۔ جو بڑے بھاری مجرموں اور بدبختوں کے لئے مخصوص ہے۔ ف۳ یعنی ہمیشہ کے لئے وہی گریگا کہ پھر کبھی نکلنا نصیب نہ ہوگا۔ کما تدل علیہ النصوص۔
ف۴ یعنی ایسے لوگوں کو اُس کی ہوا تک بھی نہیں لگے گی۔ صاف بچا دیئے جائینگے۔ ف۵ یعنی نفس کو رذیلۂ بخل وطمع وغیرہ سے پاک کرنا مقصود ہے کسی طرح کا ریا اور نمود و نمائش یا دنیوی اغراض پیش نظر نہیں۔ ف۶ یعنی خرچ کرنے سے کسی مخلوق کے احسان کا بدلہ اُتارنا مقصود نہیں۔ بلکہ خالص رضاء مولیٰ کی طلب اور دیدار الٰہی کی تمنا میں گھر بار لُٹا رہا ہے۔ تو وہ اطمینان رکھے کہ اُسے ضرور خوش کر دیا جائیگا، اور اس کی یہ تمنا ضرور پوری ہو کر رہیگی۔ "اِنَّ اللہ لا یضیع اجر المحسنین"۔ (تنبیہ) اگرچہ مضمون آیات کا عام ہے لیکن روایات کثیرہ شاہد ہیں کہ ان آخری آیات کا نزول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں ہوا۔ اور یہ بہت بڑی دلیل اُن کی فضیلت و برتری کی ہے زہے نصیب اُس بندے کے جس کے اتقیٰ ہونے کی تصدیق آسمان سے ہو "ان اکرمکم عند اللہ اتقکم" اور خود حضرت حق سے اُس کو ولسوف یرضیٰ کی بشارت سنائی جائے۔ فی الحقیقت حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حق میں ولسوف یرضیٰ کی بشارت ایک انعکاس ہے اُس بشارت عظمیٰ کا جو آگے نبی کریم صلعم کے حق میں آرہی ہے۔ "ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ"۔

وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ﴿١٣﴾ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ﴿١٤﴾

اور ہمارے ہاتھ میں ہے آخرت اور دنیا ف۱ سو میں نے سُنا دی تم کو خبر ایک بھڑکتی ہوئی آگ کی ف۲

لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ﴿١٥﴾ الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿١٦﴾ وَ

اُس میں وہی گریگا جو بڑا بدبخت ہے جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا ف۳ اور

سَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴿١٧﴾ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ﴿١٨﴾ وَ

بچا دینگے اُس سے بڑے ڈرنیوالے کو ف۴ جو دیتا ہے اپنا مال دل پاک کرنے کو ف۵ اور

مَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ﴿١٩﴾ اِلَّا ابْتِغَآءَ

نہیں کسی کا اُس پر احسان جس کا بدلہ دے مگر واسطے چاہنے

وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴿٢٠﴾ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ﴿٢١﴾

مرضی اپنے رب کی جو سب سے برتر ہے اور آگے وہ راضی ہوگا ف۶

سُوْرَةُ الضُّحٰى مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۃ الضحیٰ مکہ میں نازل ہوئی اور اُس کی گیارہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالضُّحٰى ﴿١﴾ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ﴿٢﴾ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا

قسم دھوپ چڑھتے وقت کی اور رات کی جب چھا جائے نہ رخصت کر دیا تجھ کو تیرے رب نے اور نہ

قَلٰى ﴿٣﴾ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ﴿٤﴾ وَلَسَوْفَ

بیزار ہوا ف۷ اور البتہ پچھلی بہتر ہے تجھ کو پہلی سے ف۸ اور آگے

يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ﴿٥﴾ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ﴿٦﴾ وَ

دیگا تجھ کو تیرا رب پھر تو راضی ہوگا ف۹ بھلا نہیں پایا تجھ کو یتیم پھر جگہ دی ف۱۰ اور

وَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ﴿٧﴾ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ﴿٨﴾

پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سجھائی ف۱۱ اور پایا تجھ کو مفلس پھر بے پروا کر دیا ف۱۲

ف۷ روایات صحیحہ میں ہے کہ جبریل علیہ السلام دیر تک رسول اللہ کے پاس نہ آئے (یعنی وحی قرآنی بند رہی) مشرکین کہنے لگے کہ (دیکھئے) محمد کو اُس کے رب نے رخصت کر دیا۔ اُس کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں میرا گمان یہ ہے (واللہ اعلم) کہ یہ زمانہ فترۃ الوحی کا ہے جب سورۂ "اقرا" کی ابتدائی آیات نازل ہونے کے بعد ایک طویل مدت تک وحی رُکی رہی تھی اور حضورؐ خود اس فترت کے زمانہ میں سخت مغموم و مضطرب رہتے تھے، تا آنکہ فرشتہ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے "یا ایہا المدثر" کا خطاب سنایا۔ اغلب ہے کہ اس وقت مخالفوں نے اس طرح کی چہ میگوئیاں کی ہوں۔ چنانچہ ابن کثیرؒ نے محمد بن اسحاق وغیرہ سے جو الفاظ نقل کئے ہیں وہ اسی احتمال کی تائید کرتے ہیں۔ ممکن ہے اسی دوران میں وہ قصہ بھی پیش آیا ہو جو بعض احادیث صحیحہ میں بیان ہوا ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ بیماری کی وجہ سے دو تین رات نہ اُٹھ سکے، تو ایک (خبیث) عورت کہنے لگی۔ اے محمد! معلوم ہوتا ہے تیرے شیطان نے تجھ کو چھوڑ دیا ہے (العیاذ باللہ) غرض ان سب خرافات کا جواب سورۂ "والضحیٰ" میں دیا گیا ہے۔ پہلے قسم کھائی دھوپ چڑھتے وقت کی اور اندھیری رات کی۔ پھر فرمایا کہ (دشمنوں کے سب خیالات غلط ہیں) نہ تیرا رب تجھ سے ناراض اور بیزار ہوا نہ تجھ کو رخصت کیا۔ بلکہ جس طرح ظاہر میں وہ اپنی قدرت و حکمت کے مختلف نشان ظاہر کرتا، اور دن کے پیچھے رات اور رات کے پیچھے دن کو لاتا ہے، یہی کیفیت باطنی حالات کی سمجھو۔ اگر سورج کی دھوپ کے بعد رات کی تاریکی کا آنا اللہ کی خفگی اور ناراضی کی دلیل نہیں۔ اور نہ اس کا ثبوت ہے کہ اس کے بعد دن کا اُجالا کبھی نہ ہوگا۔ تو چند روز نورِ وحی کے رُکے رہنے سے یہ کیونکر سمجھ لیا جائے کہ آجکل خدا اپنے منتخب کیے ہوئے پیغمبر سے خفا اور ناراض ہوگیا اور ہمیشہ کے لئے وحی کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ ایسا کہنا تو خدا کے علم محیط اور حکمت بالغہ پر اعتراض کرنا ہے۔ گویا اُسے خبر نہ تھی کہ جس کو میں نبی بنا رہا ہوں وہ آئندہ چل کر اس کا اہل ثابت نہ ہوگا؟ العیاذ باللہ۔

ف۸ یعنی آپؐ کی پچھلی حالت پہلی حالت سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے وحی کی یہ چند روزہ رکاوٹ آپ کے نزول و انحطاط کا سبب نہیں بلکہ بیش از بیش عروج و ارتقاء کا ذریعہ ہے اور اگر پچھلے سے بھی پچھلی حالت کا تصور کیا جائے۔ یعنی آخرت کی شان و شکوہ کا جبکہ آدم اور آدم کی ساری اولاد آپ کے جھنڈے تلے جمع ہوگی۔ تو وہاں کی بزرگی اور فضیلت تو یہاں کے اعزاز و اکرام سے بیشمار درجہ بڑھ کر ہے۔
ف۹ یعنی ناراض اور بیزار ہو کر چھوڑ دینا کیسا، ابھی تو تیرا رب تجھ کو (دنیا و آخرت میں) اس قدر دولتیں اور نعمتیں عطا فرمائیگا کہ تو پوری طرح مطمئن اور راضی ہو جائے۔ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محمد راضی نہیں ہوگا جب تک اُس کی اُمت کا ایک آدمی بھی دوزخ میں رہے (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ ف۱۰ حضرتؐ کی ولادت باسعادت سے پہلے ہی آپ کے والد وفات پا چکے تھے۔ چھ سال کی عمر تھی کہ والدہ نے رحلت کی۔ پھر آٹھ سال کی عمر تک اپنے دادا (عبدالمطلب) کی کفالت میں رہے۔ آخر اس دُرِّ یتیم اور نادرۂ روزگار کی ظاہری تربیت و پرورش کی سعادت آپ کے بیحد شفیق چچا ابوطالب کے حصہ میں آئی۔ انہوں نے زندگی بھر آپؐ کی نصرت و حمایت اور تکریم و تبجیل میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ ہجرت سے کچھ پہلے وہ بھی دنیا سے رخصت ہوئے۔ چند روز بعد یہ امانتِ الٰہی اللہ کے حکم سے انصارِ مدینہ کے گھر پہنچ گئی۔ "اوس" اور "خزرج" کی قسمت کا ستارہ چمک اُٹھا۔ اور انہوں نے اسکی حفاظت اس طرح کی جسکی نظیر چشم فلک نے کبھی نہ دیکھی ہوگی۔ یہ سب صورتیں درجہ بدرجہ ایواء کے تحت میں داخل ہیں۔ کما اشار الیہ ابن کثیر رحمہ اللہ۔ ف۱۱ جب حضرتؐ جوان ہوئے، قوم کے مشرکانہ اطوار اور بیہودہ رسم و راہ سے سخت بیزار تھے اور قلب میں خدائے واحد کی عبادت کا جذبہ پورے زور کے ساتھ موجزن تھا۔ عشقِ الٰہی کی آگ سینۂ مبارک میں بڑی تیزی سے بھڑک رہی تھی۔ وصول الی اللہ

بقیہ فوائد صفحہ ۷۹۴ - اور ہدایت خلق کی اُس اکمل ترین استعداد کا چشمہ جو تمام عالم سے بڑھ کر نفس قدسی میں ودیعت کیا گیا تھا - اندر ہی اندر جوش مارتا تھا لیکن کوئی صاف کھلا ہوا راستہ اور مفصل راستہ اور مفصل دستورالعمل بظاہر دکھائی نہ دیتا تھا جس سے اُس عرش و کرسی سے زیادہ وسیع قلب کو تسکین ہوتی - اسی جوشِ طلب اور فرطِ محبت میں آپ بیقرار اور سرگرداں پھرتے اور غاروں اور پہاڑوں میں جا کر مالک کو یاد کرتے اور محبوب حقیقی کو پکارتے - آخر اللہ تعالیٰ نے "غارِ حرا" میں فرشتہ کو وحی دیکر بھیجا اور وصول الی اللہ اور اصلاح خلق کی تفصیلی راہیں آپ پر کھول دیں یعنی دینِ حق نازل فرمایا "ماکنت تدری ما الکتب ولا الایمان ولکن جعلناہ نورًا نھدی بہ من نشاء من عبادنا" الخ (شوریٰ - رکوع ۵) (تنبیہ) یہاں "ضالًا" کے معنی کرتے وقت سورۂ "یوسف" کی آیت "قالوا تاللہ انک لفی ضلالک القدیم" کو پیش نظر رکھنا چاہیئے - ف۱۲ اس طرح کہ حضرت خدیجہ کی تجارت میں آپ مضارب ہو گئے - اُس میں نفع ملا - پھر حضرت خدیجہؓ نے آپ سے نکاح کر لیا اور اپنا تمام مال حاضر کر دیا - یہ تو ظاہری غنا تھا - باقی آپ کے قلبی اور باطنی غناء کا درجہ تو وہ غنی عن العالمین ہی جانتا ہے - کوئی بشر اس کا کیا اندازہ کر سکے مطلب یہ ہے کہ آپ ابتداء سے موردِ انعامات رہے ہیں - آئندہ بھی رہینگے - جس پروردگار نے اس شان سے آپ کی تربیت فرمائی - کیا وہ خفا ہو کر آپ کو یونہی درمیان میں چھوڑ دیگا - استغفر اللہ!

فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْھَرْ ؕ﴿۹﴾ وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْھَرْ ؕ﴿۱۰﴾

سو جو یتیم ہو اُس کو مت دبا ف۱ اور جو مانگتا ہو اُس کو مت جھڑک ف۲

وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾ ع

اور جو احسان ہے تیرے رب کا سو بیان کر ف۳

ع ۱۸ / ۱۱

سُوْرَةُ اَلَمْ نَشْرَحْ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانِيْ اٰيَاتٍ

سورۃ الم نشرح مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۙ﴿۱﴾ وَ وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۙ﴿۲﴾ الَّذِیْۤ

کیا ہم نے نہیں کھول دیا تیرا سینہ ف۴ اور اُتار رکھا ہم نے تجھ پر سے بوجھ تیرا جس نے

اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۙ﴿۳﴾ وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ؕ﴿۴﴾ فَاِنَّ مَعَ

جھکا دی تھی پیٹھ تیری ف۵ اور بلند کیا ہم نے مذکور تیرا ف۶ سو البتہ

الْعُسْرِ یُسْرًا ۙ﴿۵﴾ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ؕ﴿۶﴾ فَاِذَا فَرَغْتَ

مشکل کے ساتھ آسانی ہے البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے ف۷ پھر جب تو فارغ ہو

فَانْصَبْ ۙ﴿۷﴾ وَ اِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ﴿۸﴾ ع

تو محنت کر اور اپنے رب کی طرف دل لگا ف۸

ع ۱ / ۱۹

سُوْرَةُ التِّيْنِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانِيْ اٰيَاتٍ

سورۃ التین مکہ میں نازل ہوئی اور اسکی آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَ التِّیْنِ وَ الزَّیْتُوْنِ ۙ﴿۱﴾ وَ طُوْرِ سِیْنِیْنَ ۙ﴿۲﴾ وَ ھٰذَا الْبَلَدِ

قسم انجیر کی اور زیتون کی ف۹ اور طور سینین کی اور اُس شہر

فوائد صفحہ ہذا - ف۱ بلکہ اس کی خبر گیری اور دلجوئی کر - جس طرح تم کو یتیمی کی حالت میں اللہ تعالیٰ نے ٹھکانا دیا - تم دوسرے یتیموں کو ٹھکانا دو - اسی طرح کے مکارم اخلاق اختیار کرنے سے بندہ اللہ کے رنگ میں رنگا جاتا ہے "صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ" حدیث میں آپ نے فرمایا "انا وکافل الیتیم کھاتین" واشار الی السبابۃ والوسطیٰ"

ف۲ یعنی تم نادار تھے، اللہ تعالیٰ نے غناء عطا فرمایا - اب شکر گزار بندے کا حوصلہ یہی ہونا چاہیئے کہ مانگنے والوں سے تنگ دل نہ ہو اور حاجتمندوں کے سوال سے گھبرا کر جھڑکنے ڈانٹنے کا شیوہ اختیار نہ کرے - بلکہ فراخدلی اور خوش اخلاقی سے پیش آئے - احادیث میں سائلین کے مقابلہ پر آپ کی وسعتِ اخلاق کے جو قصے منقول ہیں وہ بڑے سے بڑے مخالف کو آپ کے اخلاق کا گرویدہ بنا دیتے ہیں (تنبیہ) صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ سائل کے زجر کی ممانعت اُس صورت میں ہے جب وہ نرمی سے مان جائے - ورنہ اگر اڑی لگا کر کھڑا ہو جائے اور کسی طرح نہ مانے اُس وقت زجر جائز ہے -

ف۳ محسن کے احسانات کا بہ نیت شکر گذاری (نہ بقصد فخر و مباہات) چرچا کرنا شرعًا محمود ہے - لہٰذا جو انعامات اللہ تعالیٰ نے آپ پر فرمائے اُن کو بیان کیجئے - خصوصًا وہ نعمت ہدایت جس کا ذکر "ووجدک ضالا فھدی" میں ہوا - اس کا لوگوں میں پھیلانا، اور کھول کھول کر بیان کرنا تو آپ کا فرض منصبی ہے - شاید آپ کے ارشادات وغیرہ کو جو حدیث کہا جاتا ہے - وہ اسی لفظ فحدث سے لیا گیا ہو - واللہ اعلم -

ف۴ کہ اُس میں علوم و معارف کے سمندر اتار دیئے اور لوازم نبوت اور فرائض رسالت برداشت کرنے کو بڑا وسیع حوصلہ دیا کہ بیشمار دشمنوں کی عداوت اور مخالفوں کی مزاحمت سے گھبرانے نہ پائیں (تنبیہ) احادیث و سیر سے ثابت ہے کہ ظاہری طور پر بھی فرشتوں نے متعدد مرتبہ آپ کا سینہ چاک کیا - لیکن مدلول آیت کا بظاہر وہ معلوم نہیں ہوتا - واللہ اعلم -

ف۵ وحی کا اُترنا اوّل سخت مشکل تھا - پھر آسان ہو گیا - یا منصب رسالت کی ذمہ داریوں کو محسوس کر کے خاطر شریف پر گرانی گزرتی ہو گی - وہ رفع کر دیگئی - یا "وزر" سے وہ امور مباحہ مُراد ہوں جو گاہ بگاہ آپ قرین حکمت و صواب سمجھ کر لیتے تھے - اور بعد میں اُن کا خلاف حکمت یا خلاف اولیٰ ہونا ظاہر ہوتا تھا اور آپ بوجہ علوّ شان اور غایت قرب کے اُس سے ایسے ہی مغموم ہوتے تھے جس طرح کوئی گناہ سے مغموم ہوتا ہے تو اس آیت میں اُن پر مواخذہ نہ ہونے کی بشارت ہوئی - کذا روی عن بعض السلف - اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ لکھتے ہیں کہ آپ کی ہمت عالی اور پیدائشی استعداد جن کمالات و مقامات پر پہنچنے کا تقاضا کرتی تھی - قلب مبارک کو جسمانی ترکیب یا نفسانی تشویشات کی وجہ سے اُن پر فائز ہونا دشوار معلوم ہوتا ہو گا - اللہ نے جب سینہ کھول دیا اور حوصلہ کشادہ کر دیا، وہ دشواریاں جاتی رہیں اور سب بوجھ ہلکا ہو گیا - ف۶ یعنی پیغمبروں اور فرشتوں میں آپ کا نام بلند ہے - دنیا میں تمام سمجھدار انسان نہایت عزت و وقعت سے آپ کا ذکر کرتے ہیں - اذان، اقامت، خطبہ، کلمہ طیبہ اور التحیات وغیرہ میں اللہ کے نام کے بعد آپ کا نام لیا جاتا ہے اور خدا نے جہاں بندوں کو اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے وہیں ساتھ کے ساتھ آپ کی فرمانبرداری کی تاکید کی ہے - ف۷ یعنی اللہ کی رضا جوئی میں جو سختیاں آپ نے برداشت کیں اور رنج و تعب کھینچے - اُن میں سے ہر ایک سختی کے ساتھ کئی کئی آسانیاں ہیں - مثلاً حوصلہ فراخ کر دینا جس سے اُن مشکلات کا اُٹھانا سہل ہو گیا، اور ذکر کا بلند کرنا، جس کا تصوّر بڑی بڑی مصیبتوں کے تحمل کو آسان کر دیتا ہے - یا یہ مطلب ہے کہ جب ہم نے آپ کو رُوحانی راحت دی اور رُوحانی کلفت رفع کر دی جیسا کہ "الم نشرح" الخ سے معلوم ہوا تو اس سے دنیوی راحت و محنت میں بھی ہمارے فضل و کرم کا امیدوار رہنا چاہیئے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ بیشک موجودہ مشکلات کے بعد آسانی ہونے والی ہے اور تاکید مزید کے لئے پھر کہتے ہیں کہ ضرور موجودہ سختی کے بعد آسانی ہو کر رہیگی - چنانچہ احادیث و سیر سے معلوم ہو چکا کہ وہ سب مشکلات ایک ایک کر کے دُور کر دی

(باقی صفحہ ۷۹۷)

الْاَمِيْنِ ۝۳ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝۴

امن والے کی ف۱ ہم نے بنایا آدمی خوب سے اندازے پر ف۲

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝۵ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

پھر پھینک دیا اُس کو نیچوں سے نیچے ف۳ مگر جو یقین لائے اور

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۶ فَمَا يُكَذِّبُكَ

عمل کیے اچھے سو اُن کے لیے ثواب ہے بے انتہا ف۴ پھر تو اسکے پیچھے کیوں جھٹلائے

بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝۷ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝۸ ع ۱/۸ ۲۰

بدلہ ملنے کو ف۵ کیا نہیں ہے اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم ف۶

سُوْرَةُ الْعَلَقِ مَكِّيَّةٌ وَّهِیَ تِسْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۂ علق مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی اُنیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝۱ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝۲

پڑھ اپنے رب کے نام سے ف۷ جو سب کا بنانے والا ف۸ بنایا آدمی کو جمے ہوئے لہو سے ف۹

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝۳ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝۴ عَلَّمَ

پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے ف۱۰ جس نے علم سکھایا قلم سے ف۱۱ سکھلایا

الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝۵ كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰۤی ۝۶

آدمی کو جو وہ نہ جانتا تھا ف۱۲ کوئی نہیں آدمی سر چڑھتا ہے اس سے

اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰی ۝۷ اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الرُّجْعٰی ۝۸ اَرَءَيْتَ

کہ دیکھے اپنے آپ کو بے پروا ف۱۳ بیشک تیرے رب کی طرف پھر جانا ہے ف۱۴ تو نے دیکھا اُس کو

الَّذِیْ يَنْهٰی ۝۹ عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ۝۱۰ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ

جو منع کرتا ہے ایک بندہ کو جب وہ نماز پڑھے ف۱۵ بھلا دیکھ تو اگر ہوتا

بقیہ فوائد صفحہ ۷۹۵ گئیں۔ اور ہر ایک سختی اپنے بعد کئی کئی آسانیاں لیکر آئی۔ اب بھی عادۃ اللہ یہی ہے کہ جو شخص سختی پر صبر کرے اور سچے دل سے اللہ پر اعتماد رکھے اور ہر طرف سے ٹوٹ کر اُسی سے لو لگائے۔ اُسی کے فضل و رحمت کا اُمیدوار رہے، امتدادِ زمانہ سے گھبرا کر آس نہ توڑ بیٹھے ضرور اللہ اُس کے حق میں آسانی کریگا۔ ایک طرح کی نہیں، کئی طرح کی۔ وفی الحدیث "لن یغلب عسرٌ یسرین" وفیہ ایضا "لوجاء العسر فدخل ھٰذا الجحر لجاء الیسر حتّٰی یدخل علیہ فیخرجہ"۔

ف۸ یعنی جب خلق کے سمجھانے سے فراغت پائے تو خلوت میں بیٹھ کر محنت کر، تا مزید یُسر کا سبب بنے۔ اور اپنے رب کی طرف (بلا واسطہ) متوجہ ہو (تنبیہ) خلق کو سمجھانا اور نصیحت کرنا آپ کی اعلیٰ ترین عبادت تھی لیکن اُس میں فی الجملہ مخلوق کا توسط ہوتا تھا مطلوب یہ ہے کہ اِدھر سے ہٹ کر بلا واسطہ بھی متوجہ ہونا چاہئے۔ اس کی تفسیر اور کئی طرح کی گئی ہے۔ مگر اقرب یہی معلوم ہوتی ہے۔

ف۹ انجیر اور زیتون دونوں چیزیں نہایت کثیر المنافع اور جامع الفوائد ہونیکی وجہ سے انسان کی حقیقت جامعہ کے ساتھ خصوصی مشابہت رکھتے ہیں۔ اسی لئے "لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم" کے مضمون کو ان دونوں کی قسم سے شروع کیا۔ اور بعض محققین کہتے ہیں کہ یہاں "التین" اور "الزیتون" سے دو پہاڑوں کی طرف اشارہ ہے جن کے قریب "بیت المقدس" واقع ہے۔ گویا ان درختوں کی قسم مقصود نہیں۔ بلکہ اُس مقام مقدس کی قسم کھائی ہے جہاں یہ درخت بکثرت پائے جاتے ہیں اور وہی مولد و مبعث حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔

فوائد صفحہ ہذا۔ ف۱ "طور سینین"، یا "طور سینا" وہ پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے شرفِ ہمکلامی بخشا۔ اور "امن والا شہر" مکہ معظمہ ہے جہاں سارے عالم کے سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور اللہ کی سب سے بڑی اور آخری امانت (قرآن کریم) اوّل اسی شہر میں اُتاری گئی۔ تورات کے آخر میں ہے "اللہ طور سینا سے آیا اور ساعیر سے چمکا (جو بیت المقدس کا پہاڑ ہے) اور فاران سے بلند ہو کر پھیلا"۔ (فاران مکہ کے پہاڑ ہیں)

ف۲ یعنی یہ سب مقامات متبرکہ جہاں سے ایسے ایسے اولو العزم پیغمبر اُٹھے گواہ ہیں کہ ہم نے انسان کو کیسے اچھے سانچے میں ڈھالا، اور کیسی کچھ قوتیں اور ظاہری و باطنی خوبیاں اُس کے وجود میں جمع کی ہیں۔ اگر یہ اپنی صحیح فطرت پر ترقی کرے تو فرشتوں سے گوئے سبقت لے جائے۔ بلکہ مسجود ملائکہ بنے۔

ف۳ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "اُس کو لائق بنایا فرشتوں کے مقام کا۔ پھر جب منکر ہوا تو جانوروں سے بدتر ہے"۔

ف۴ جو کبھی کم یا ختم نہ ہوگا۔

ف۵ یعنی او آدمی! ان دلائل کے بعد کیا سبب ہے جس کی بناء پر سلسلۂ جزاء و سزا کا انکار کیا جا سکتا ہے؟ یا یہ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوگا۔ یعنی ایسے صاف بیانات کے بعد کیا چیز ہے جو منکرین کو جزاء کے معاملہ میں تمہاری تکذیب پر آمادہ کرتی ہے خیال کرو! انسان کو اللہ نے پیدا کیا اور بہترین شکل و صورت میں پیدا کیا۔ اس کا قوام ایسی ترکیب سے بنایا کہ اگر چاہے تو نیکی اور بھلائی میں ترقی کر کے فرشتوں سے آگے نکل جائے، کوئی مخلوق اس کی ہمسری نہ کر سکے۔ چنانچہ اس کے کامل نمونے دنیا نے شام، بیت المقدس کوہ طور اور مکہ معظمہ میں اپنے اپنے وقت پر دیکھ لئے جن کے نقش قدم پر اگر آدمی چلیں تو انسانی کمالات اور دارین کی کامیابی کے اعلیٰ ترین مقامات پر پہنچ جائیں۔ لیکن انسان خود اپنی بدتمیزی اور بدعملی سے ذلت و ہلاکت کے گڑھے میں گرتا اور اپنی پیدائشی بزرگی کو گنوا دیتا ہے۔ کسی ایماندار اور نیکوکار انسان کو اللہ تعالیٰ خواہ مخواہ نیچے نہیں گراتا۔ بلکہ اُس کے تھوڑے عمل کا بے اندازہ صلہ مرحمت فرماتا ہے۔ کیا ان حالات کے سُننے کے بعد بھی کسی کا مُنہ ہے جو دین فطرت کے اصول اور جزاء و سزا کے ایسے معقول قاعدوں کو جھٹلا سکے؟ ہاں ایک ہی صورت تکذیب و انکار کی ہو سکتی ہے کہ دنیا کو یونہی ایک بے سرا کارخانہ فرض کر لیا جائے۔ جس پر کسی کی حکومت ہو نہ یہاں کوئی آئین و قانون جاری ہو، نہ کسی بھلے بُرے پر کوئی گرفت کر سکے، اُس کا جواب آگے دیتے ہیں۔ "الیس اللہ باحکم الحٰکمین"۔

ف۶ یعنی اُس کی شہنشاہی کے سامنے دنیا کی سب حکومتیں ہیچ ہیں۔ جب یہاں کی چھوٹی چھوٹی حکومتیں اپنے وفاداروں کو انعام اور مجرموں کو سزا دیتی ہیں تو اس احکم الحاکمین کی سرکار سے یہ توقع کیوں نہ رکھی جائے۔

ف۷ یہ پانچ آیتیں (اقرأ سے مالم یعلم تک) قرآن کی سب آیتوں اور سورتوں سے پہلے اُتریں۔ آپؐ "غارِ حرا" میں خدائے واحد کی عبادت کر رہے تھے کہ اچانک حضرت جبریلؑ وحی لیکر آئے اور آپ کو کہا "اقرأ" (پڑھیے) آپ نے فرمایا "مَا اَنَا بِقَارِئٍ" (میں پڑھا ہوا نہیں) جبریلؑ نے کئی بار آپؐ کو زور زور سے دبایا، اور بار بار وہی لفظ "اقرأ" کہا۔ آپ وہی "مَا اَنَا بِقَارِئٍ" جواب دیتے رہے۔ تیسری مرتبہ جبریلؑ نے زور سے دبا کر کہا "اقرأ باسم ربك" الخ یعنی اپنے رب کے نام کی برکت اور مدد سے پڑھیے۔ مطلب یہ ہے کہ جس رب نے ولادت سے اس وقت تک آپ کی ایک عجیب اور نرالی شان سے تربیت فرمائی جو پتہ دیتی ہے کہ آپ سے کوئی بہت بڑا کام لیا جانیوالا ہے کیا وہ آپ کو اُدھر میں چھوڑ دیگا؟ ہرگز نہیں۔ اُسی کے نام پر آپؐ کی تعلیم ہوگی جس کی مہربانی سے تربیت ہوئی ہے۔

ف۸ یعنی جس نے سب چیزوں کو پیدا کیا، کیا وہ تم میں صفت قرأت پیدا نہیں کر سکتا۔

ف۹ جمے ہوئے خون میں نہ حس ہے نہ شعور، نہ علم نہ ادراک، محض جماد لا یعقل ہے، پھر جو خدا جماد لا یعقل کو

(باقی صفحہ ۷۹۷)

بقیہ فوائد صفحہ ۷۹۶ - انسان عاقل بناتا ہے، وہ ایک عاقل کو کامل اور ایک اُمّی کو قاری و عالم نہیں بنا سکتا۔ یہاں تک قرأت کا امکان ثابت کرنا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو کچھ مشکل نہیں کہ تم کو باوجود اُمّی ہونے کے قاری بنادے، آگے اُس کی فعلیت اور وقوع پر متنبہ فرماتے ہیں۔ **ف۱۰** یعنی آپ کی تربیت جس شان سے کی گئی، اُس سے آپؐ کی کامل استعداد اور لیاقت نمایاں ہے جب ادھر سے استعداد میں قصور نہیں اور اُدھر سے مبدأ فیاض میں بخل نہیں۔ بلکہ وہ تمام کریموں سے بڑھ کر کریم ہے۔ پھر وصول فیض میں کیا چیز مانع ہو سکتی ہے ضرور ہے کہ یونہی ہو کر رہے۔ **ف۱۱** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "حضرت نے کبھی لکھا پڑھا نہ تھا، فرمایا کہ قلم سے بھی علم دہی دیتا ہے یوں بھی وہی دیگا۔" اور ممکن ہے اِدھر بھی اشارہ ہو کہ جس طرح مفیض و مستفیض کے درمیان قلم واسطہ ہوتا ہے، اللہ اور محمدؐ کے درمیان جبریلؑ محض ایک واسطہ ہیں۔ جس طرح قلم کا توسّط اُس کو مستلزم نہیں کہ وہ مستفیض سے افضل ہو جائے۔ ایسے ہی یہاں حقیقت جبریلیہ کا حقیقت محمدیہ سے افضل ہونا لازم نہیں آتا۔ **ف۱۲** یعنی انسان کا بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے تو کچھ نہیں جانتا۔ آخر اسے رفتہ رفتہ کون سکھاتا ہے۔ بس وہی رب قدیر جو انسان کو جاہل سے عالم بناتا ہے، اپنے ایک اُمّی کو عارف کامل بلکہ تمام عارفوں کا سردار بنا دیگا۔

عَلَى الْهُدٰٓى (11) اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى (12) اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ

نیک راہ پر — یا سکھلاتا ڈر کے کام — بھلا دیکھ تو اگر جھٹلایا

وَتَوَلّٰى (13) اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى (14) كَلَّا لَئِنْ لَّمْ

اور مُنہ موڑا **ف۱** یہ نہ جانا — کہ اللہ دیکھتا ہے **ف۲** — کوئی نہیں اگر

يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ (15) نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ

باز نہ آئیگا — ہم گھسیٹیں گے چوٹی پکڑ کر **ف۳** — کیسی چوٹی جھوٹی

خَاطِئَةٍ (16) فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ (17) سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ (18)

گنہگار **ف۴** — اب بُلا لیوے اپنی مجلس والوں کو — ہم بھی بُلاتے ہیں پیادے سیاست کرنے کو **ف۵**

كَلَّا ؕ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (19) ع السجدة

کوئی نہیں مت مان اُس کا کہا اور سجدہ کر اور نزدیک ہو **ف۶**

سُوْرَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ

سورۂ قدر مکہ میں نازل ہوئی اور اُس کی پانچ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ (1) وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ

ہم نے اس کو اتارا شب قدر میں **ف۷** — اور تو نے کیا سمجھا کہ کیا ہے شب

الْقَدْرِ (2) لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ (3) تَنَزَّلُ

قدر — شب قدر بہتر ہے ہزار مہینے سے **ف۸** — اُترتے ہیں

الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ

فرشتے اور روح اُس میں اپنے رب کے حکم سے **ف۹** ہر کام

اَمْرٍ (4) سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ (5) ع

پر **ف۱۰** امان ہے **ف۱۱** وہ رات صبح کے نکلنے تک **ف۱۲**

ف۱۳ یعنی آدمی کی اصل تو اتنی ہے کہ جمے ہوئے خون سے بنا اور جاہل محض تھا۔ خدا نے علم دیا، مگر وہ اپنی اصل حقیقت کو ذرا یاد نہیں رکھتا دنیا کے مال و دولت پر مغرور ہو کر سرکشی اختیار کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ مجھے کسی کی پروا ہی نہیں۔

ف۱۴ یعنی اوّل بھی اُس نے پیدا کیا اور آخر بھی اُسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ اُس وقت اس تکبر اور خود فراموشی کی حقیقت کھلیگی۔

ف۱۵ یعنی اُس کی سرکشی اور تمرد کو دیکھو کہ خود کو تو اپنے رب کے سامنے جُھکنے کی توفیق نہیں، دوسرا بندہ اگر خدا کے سامنے سربسجود ہوتا ہے اُسے بھی نہیں دیکھ سکتا۔ ان آیات میں اشارہ ابوجہل ملعون کی طرف ہے۔ جب وہ حضرت کو نماز پڑھتے دیکھتا تو چڑاتا اور دھمکاتا تھا۔ اور طرح طرح سے ایذائیں پہنچانے کی سعی کرتا تھا۔

فوائد صفحہ ہذا۔ **ف۱** یعنی نیک راہ پر ہوتا بھلے کام سکھاتا تو کیا اچھا آدمی ہوتا۔ اب جو منہ موڑا تو ہمارا کیا بگاڑا۔ کذا فی موضح القرآن وللمفسرین اقوال فی تفسیرہا من شاء الاطلاع علیہا فلیراجع، روح المعانی۔

ف۲ یعنی اُس ملعون کی شرارتوں کو اور اُس نیک بندے کے خشوع و خضوع کو اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔

ف۳ یعنی رہنے دو! یہ سب کچھ جانتا ہے۔ پر اپنی شرارت سے باز نہیں آتا۔ اچھا اب کان کھول کر سُن لے کہ اگر اپنی شرارت سے باز نہ آیا تو ہم اُس کو جانوروں اور ذلیل قیدیوں کی طرح سر کے بال پکڑ گھسیٹیں گے۔

ف۴ یعنی جس سر پر یہ چوٹی ہے وہ جھوٹ اور گناہوں سے بھرا ہوا ہے گویا اُس کا دروغ اور گناہ بال بال میں سرایت کر گیا ہے۔

ف۵ ابوجہل نے ایک مرتبہ حضرتؐ کو نماز سے روکنا چاہا۔ آپؐ نے سختی سے جواب دیا۔ کہنے لگا کیا جانتے نہیں کہ مکہ میں سب سے بڑی مجلس میری ہے۔ اُس پر فرماتے ہیں کہ اب وہ مجلس والے ساتھیوں کو بُلا لے۔ ہم بھی اُس کی گوشمالی کے لئے اپنے سپاہی بُلاتے ہیں۔ دیکھیں کون غالب رہتا ہے۔ چند روز بعد "بدر" کے میدان میں دیکھ لیا کہ اسلام کے سپاہیوں نے اُسے کس طرح گھسیٹ کر "قلیب بدر" میں پھینک دیا۔ باقی اصل وقت گھسیٹے جانے کا آخرت ہے جب دوزخ کے فرشتے اُس کو نہایت ذلت کے ساتھ جہنم رسید کرینگے۔ روایات میں ہے کہ ایک مرتبہ ابوجہل حضرت کو نماز میں دیکھ کر چلا کہ بے ادبی کرے، وہاں پہنچا نہ تھا کہ گھبرا کر پیچھے ہٹا اور لوگوں کے دریافت کرنے پر کہا کہ مجھے اپنے اور محمدؐ کے درمیان ایک آگ کی خندق نظر آئی جس میں کچھ پَر رکھنے والی مخلوق تھی۔ میں گھبرا کر واپس آگیا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ (ملعون) ذرا آگے بڑھتا فرشتے اُس کی بوٹی بوٹی جُدا کر دیتے۔ گویا آخرت سے پہلے ہی دنیا میں اُس کو "سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ" کا ایک چھوٹا سا نمونہ دکھلا دیا۔ (تنبیہ) اکثر مفسرین نے "زبانیۃ" سے دوزخ کے فرشتے مراد لئے ہیں۔ **ف۶** یعنی آپ اُس کی ہرگز پروا نہ کیجئے اور اُس کی کسی بات پر کان نہ دھریے۔ جہاں چاہو شوق سے اللہ کی عبادت کرو اور اُسکی بارگاہ میں سجدے کر کے بیش از بیش قرب حاصل کرتے رہو۔ حدیث میں آیا ہے کہ "بندہ سب حالتوں سے زیادہ سجدہ میں اللہ تعالیٰ سے نزدیک ہوتا ہے۔" **ف۷** یعنی قرآن مجید "لوح محفوظ" سے سماءِ دنیا پر "شب قدر" میں اتارا گیا اور شاید اسی شب سماءِ دنیا سے پیغمبر علیہ السلام پر اُترنا شروع ہوا۔ اسکے متعلق کچھ مضمون سورۂ "دخان" میں گذر چکا ہے۔ وہاں دیکھ لیا جائے۔ **ف۸** یعنی اس رات میں نیکی کرنا ایسا ہے گویا ہزار مہینے تک نیکی کرتا رہا۔ بلکہ اس سے بھی زائد۔ **ف۹** یعنی اللہ کے حکم سے روح القدس (حضرت جبریلؑ) بیشمار فرشتوں کے ہجوم میں نیچے اُترتے ہیں تاکہ عظیم الشان خیر و برکت سے زمین والوں کو مستفیض کریں۔ اور ممکن ہے "روح" سے مُراد فرشتوں کے علاوہ کوئی اور مخلوق ہو۔ بہرحال اس مبارک شب میں باطنی حیات اور روحانی خیر و برکت کا ایک خاص نزول ہوتا ہے۔ **ف۱۰** یعنی انتظام عالم کے متعلق جو کام اس سال میں مقدر ہیں اُن کے نفاذ کی تعیین کے لئے فرشتے آتے ہیں۔ کما مرّ فی سورۃ الدخان یا "من کل امر" سے امر خیر مراد ہو یعنی ہر قسم کے اُمور خیر لیکر آسمان سے اُترتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ (باقی بر صفحہ ۷۹۸)

بقیہ فوائد صفحہ ۷۹۷ - ف۱۱ یعنی وہ رات امن وچین اور دلجمعی کی رات ہے۔ اُس میں اللہ والے لوگ عجیب وغریب طمانیت اور لذت وحلاوت اپنی عبادت کے اندر محسوس کرتے ہیں۔ اور یہ اثر ہوتا ہے نزولِ رحمت وبرکت کا جو روح وملائکہ کے توسط سے ظہور میں آتا ہے بعض روایات میں ہے کہ اُس رات جبریلؑ اور فرشتے عابدین وذاکرین پر صلوٰۃ وسلام بھیجتے ہیں یعنی اُن کے حق میں رحمت اور سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔ ف۱۲ یعنی شام سے صبح تک ساری رات یہی سلسلہ رہتا ہے اس طرح وہ پوری رات مبارک ہے۔ (تنبیہ) قرآن سے معلوم ہوا کہ وہ رات رمضان شریف میں ہے۔ "شھر رمضان الذی انزل فیہ القراٰن" اور حدیث صحیح میں بتلایا کہ رمضان کے اخیر عشرہ میں خصوصًا عشرہ کی طاق راتوں میں اس کو تلاش کرنا چاہیئے پھر طاق راتوں میں بھی ستائیسویں شب پر گمان غالب ہوا ہے۔ واللہ اعلم۔ بہت سے علماء نے تصریح کی ہے کہ "شب قدر" ہمیشہ کے لئے کسی ایک رات میں متعین نہیں۔ ممکن ہے ایک رمضان میں کوئی رات ہو، دوسرے میں دوسری۔

سُوْرَةُ الْبَيِّنَةِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانِ اٰيَاتٍ

سورۂ بینہ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ
نہ تھے وہ لوگ جو منکر ہیں اہل کتاب اور مشرک ف۱
مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝۱ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا
باز آنیوالے یہاں تک کہ پہنچے اُن کے پاس کھلی بات ایک رسول اللہ کا پڑھتا ہوا
صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝۲ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝۳ وَمَا تَفَرَّقَ
ورق پاک ف۲ اس میں لکھی ہیں کتابیں مضبوط ف۳ اور وہ جو پھوٹ پڑی
الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝۴
اہل کتاب میں سو جب کہ آچکی اُن کے پاس کھلی بات ف۴
وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۵
اور اُن کو حکم یہی ہوا کہ بندگی کریں اللہ کی خالص کر کے اُس کے واسطے بندگی
حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ
ابراہیم کی راہ پر ف۵ اور قائم رکھیں نماز اور دیں زکوٰۃ اور یہ ہے راہ
الْقَيِّمَةِ ۝۵ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ
مضبوط لوگوں کی ف۶ اور جو منکر ہوئے اہل کتاب
وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمْ
اور مشرک ہونگے دوزخ کی آگ میں سدا رہیں اُس میں ف۷ وہ لوگ ہیں سب
شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝۶ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
خلق سے بدتر ف۸ وہ لوگ جو یقین لائے اور کیے بھلے کام

فوائد صفحہ ہذا - ف۱ اہل کتاب یہود ونصارٰی ہوئے اور مشرکین وہ قومیں جو بُت پرستی یا آتش پرستی وغیرہ میں مبتلا تھیں اور کوئی کتاب سماوی اُن کے ہاتھ میں نہ تھی۔

ف۲ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے سب دین والے بگڑ چکے تھے۔ اور ہر ایک اپنی غلطی پر مغرور تھا۔ اب چاہیئے کسی حکیم یا ولی یا بادشاہ عادل کے سمجھانے سے راہ پر آجائیں تو یہ ممکن نہ تھا جب تک ایک ایسا عظیم القدر رسول نہ آئے جس کے ساتھ اللہ کی پاک کتاب اسکی قوی مدد ہو کر چند سال میں ایک ایک مُلک کو ایمان کی روشنی سے بھر دے اور اپنی زبردست تعلیم اور ہمت و عزیمت سے دنیا کی کایاپلٹ کر دے۔ چنانچہ وہ رسول اللہ کی کتاب پڑھتا ہوا آیا جو پاک ورقوں میں لکھی ہوئی ہے۔

ف۳ یعنی قرآن کی ہر سورت گویا ایک مستقل کتاب ہے۔ یا یہ مطلب ہو کہ جو عمدہ کتابیں پہلے آچکی ہیں اُن سب کے ضروری خلاصے اس کتاب میں درج کر دیئے گئے ہیں یا "کتب قیمۃ" سے علوم ومضامین مُراد ہیں۔ یعنی اس کے علوم بالکل صحیح وراست اور مضامین نہایت مضبوط ومعتدل ہیں۔

ف۴ یعنی اس رسول اور اس کتاب کے آئے پیچھے شبہ نہیں رہا۔ پھر اب اہل کتاب ضد سے مخالف ہیں۔ شبہ سے نہیں، اسی لئے اُن میں دو فریق ہو گئے جس نے ضد کی منکر رہا۔ جس نے انصاف کیا ایمان لے آیا۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ جس پیغمبر آخر الزماں کا انتظار کر رہے تھے۔ اُس کے آنے پر اپنے تمام اختلافات کو ختم کر کے سب ایک راستہ پر پڑ لیتے مگر انہوں نے اپنی بدبختی اور عناد سے سبب وحدت و اجتماع کو خلاف وشقاق کا ذریعہ بنا لیا۔ جب اہل کتاب کا یہ حال ہے تو جاہل مشرکوں کا تو پوچھنا کیا (تنبیہ) حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے یہاں "البینۃ" کا مصداق حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ٹھہرایا ہے یعنی جب حضرت مسیح کھُلے کھلے نشان لے کر آئے یہود دشمن ہو گئے۔ اور نصارٰی نے بھی دنیوی غرض میں پھنس کر اپنی جماعتیں اور پارٹیاں بنالیں۔ مدعا یہ ہے کہ پیغمبر کا آنا اور کتاب کا نازل ہونا بھی بغیر حضرتِ حق کی توفیق کے کفایت نہیں کرتا۔ کتنے ہی سامانِ ہدایت جمع ہو جائیں جن کو توفیق نہیں ملتی وہ اُسی طرح خسارے میں پڑے رہتے ہیں۔

ف۵ یعنی ہر قسم کے باطل اور جھوٹ سے علیحدہ ہو کر خالص خدائے واحد کی بندگی کریں اور ابراہیم حنیف کی طرح سب طرف سے ٹوٹ کر اسی ایک مالک کے غلام بن جائیں۔ تشریع وتکوین کے کسی شعبہ میں کسی دوسرے کو خود مختار نہ سمجھیں۔

ف۶ یعنی یہ چیزیں ہر دین میں پسندیدہ رہی ہیں، انہی کی تفصیل یہ پیغمبر کرتا ہے۔ پھر خدا جانے ایسی پاکیزہ تعلیم سے کیوں وحشت کھاتے ہیں۔

ف۷ یعنی علم کا دعوٰی رکھنے والے اہل کتاب ہوں، یا جاہل مشرک، حق کا انکار کرنے پر سب کا انجام ایک ہے وہی دوزخ جس سے کبھی چھٹکارا نہیں۔

ف۸ یعنی بہائم سے بھی زیادہ ذلیل اور بدتر۔ کما قال فی سورۃ "الفرقان"۔ "ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل سبیلا"۔

أُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ⑦ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ
وہ لوگ ہیں سب خلق سے بہتر ف۱ بدلہ اُن کا اُنکے رب کے یہاں باغ ہیں
عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ أَبَدًا ط
ہمیشہ رہنے کو نیچے بہتی ہیں اُن کے نہریں سدا رہیں اُن میں ہمیشہ
رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ط ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ⑧ ع
اللہ اُن سے راضی اور وہ اُس سے راضی ف۲ یہ ملتا ہے اُس کو جو ڈرا اپنے رب سے ف۳

سُوْرَةُ الزِّلْزَالِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانِيْ اٰيَاتٍ

سورۂ زلزال مدینہ میں نازل ہوئی اور اسکی آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ① وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ
جب ہلا ڈالے زمین کو اُس کے بھونچال سے ف۴ اور نکال باہر کرے زمین
أَثْقَالَهَا ② وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا ③ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ
اپنے اندر سے بوجھ ف۵ اور کہے آدمی اُس کو کیا ہو گیا ف۶ اُس دن کہہ ڈالے گی
أَخْبَارَهَا ④ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحٰى لَهَا ⑤ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ
وہ اپنی باتیں اس واسطے کہ تیرے رب نے حکم بھیجا اُس کو ف۷ اُس دن ہو پڑیں گے
النَّاسُ أَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ ⑥ فَمَنْ يَّعْمَلْ
لوگ طرح طرح پر ف۸ کہ اُنکو دکھا دیئے جائیں اُنکے عمل ف۹ سو جس نے کی
مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ⑦ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ
ذرہ بھر بھلائی وہ دیکھ لیگا اُسے اور جس نے کی ذرہ بھر
ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ⑧ ع
بُرائی وہ دیکھ لیگا اُسے ف۱۰

ف۱ یعنی جو لوگ سب رسولوں اور کتابوں پر یقین لائے اور بھلے کاموں میں لگے رہے وہی بہترین خلائق ہیں حتیٰ کہ اُن میں کے بعض افراد بعض فرشتوں سے آگے نکل جاتے ہیں۔

ف۲ یعنی جنت کے باغوں اور نہروں سے بڑھ کر رضاء مولیٰ کی دولت ہے۔ بلکہ جنت کی تمام نعمتوں کی اصلی روح یہی ہے۔

ف۳ یعنی یہ مقام بلند ہر ایک کو نہیں ملتا۔ صرف اُن بندوں کا حصہ ہے جو اپنے رب کی ناراضی سے ڈرتے ہیں۔ اور اُس کی نافرمانی کے پاس نہیں جاتے۔

ف۴ یعنی حق تعالیٰ ساری زمین کو ایک نہایت سخت اور ہولناک زلزلہ سے ہلا ڈالیگا۔ جس کے صدمہ سے کوئی عمارت اور کوئی پہاڑ یا درخت زمین پر قائم نہ رہیگا سب نشیب و فراز برابر ہو جائینگے۔ تاکہ مَیدان حشر بالکل ہموار اور صاف ہو جائے اور یہ معاملہ قیامت میں نفخ ثانی کے وقت ہوگا۔

ف۵ یعنی اُس وقت زمین جو کچھ اُس کے پیٹ میں ہے مثلاً مُردے یا سونا چاندی وغیرہ سب باہر اُگل ڈالے گی۔ لیکن مال کا کوئی لینے والا نہ ہوگا۔ سب دیکھ لینگے کہ آج یہ چیز جس پر ہمیشہ لڑا کرتے تھے کس قدر بیکار ہے۔

ف۶ یعنی آدمی زندہ ہونے اور اس زلزلہ کے آثار دیکھنے کے بعد یا اُنکی روحیں عین زلزلہ کے وقت حیرت زدہ ہو کر کہینگی کہ اس زمین کو کیا ہو گیا جو اس قدر زور سے ہلنے لگی اور اپنے اندر کی تمام چیزیں ایک دم باہر نکال پھینکیں۔

ف۷ یعنی بنی آدم نے جو بُرے بھلے کام اُس کے اُوپر کیے تھے سب ظاہر کر دیگی۔ مثلاً کہے گی۔ فلاں شخص نے مجھ پر نماز پڑھی تھی، فلاں نے چوری کی تھی۔ فلاں نے خونِ ناحق کیا تھا، وغیر ذٰلک۔ گویا آج کل کی زبان میں یوں سمجھو کہ جس قدر اعمال زمین پر کیے جاتے ہیں زمین میں اُن سب کے ریکارڈ موجود رہتے ہیں۔ قیامت میں وہ پروردگار کے حکم سے کھول دیئے جائینگے۔

ف۸ یعنی اُس روز آدمی اپنی قبروں سے مَیدانِ حشر میں طرح طرح کی جماعتیں بن کر حاضر ہونگے۔ ایک گروہ شرابیوں کا ہوگا، ایک زانیوں کا، ایک ظالموں کا، ایک چوروں کا، وعلیٰ ہٰذا القیاس۔ یا یہ مطلب ہے کہ لوگ حساب سے فارغ ہو کر جو لوٹینگے تو کچھ جماعتیں جنتی اور کچھ دوزخی ہو کر جنت اور دوزخ کی طرف چلی جائینگی۔

ف۹ یعنی مَیدانِ حشر میں اُن کے عمل دکھلا دیئے جائینگے۔ تا بدکاروں کو ایک طرح کی رسوائی اور نیکوکاروں کو ایک قسم کی سُرخروئی حاصل ہو یا ممکن ہے اعمال کے دکھلانے سے ان کے ثمرات و نتائج کا دکھلانا مُراد ہو۔

ف۱۰ یعنی ہر ایک کا ذرہ ذرہ عمل بھلا ہو یا بُرا اُس کے سامنے ہوگا اور حق تعالیٰ جو کچھ معاملہ ہر ایک عمل کے متعلق فرمائینگے وہ بھی آنکھوں سے نظر آ جائیگا۔

سُوْرَةُ الْعٰدِيٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۂ عادیات مکہ میں نازل ہوئی اور اسکی گیارہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۝١ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۝٢ فَالْمُغِيْرٰتِ

قسم ہے دَوڑنے والے گھوڑوں کی ہانپ کر پھر آگ سُلگانے والے جھاڑ کر ف۱ پھر غارت ڈالنے والے

صُبْحًا ۝٣ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۝٤ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۝٥

صُبح کو ف۲ پھر اُٹھانے والے اُس میں گرد ف۳ پھر گُھس جانیوالے اُس وقت فوج میں ف۴

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۝٦ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ

بیشک آدمی اپنے رب کا ناشکر ہے ف۵ اور وہ آدمی اُس کام کو

لَشَهِيْدٌ ۝٧ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝٨ اَفَلَا يَعْلَمُ

سامنے دیکھتا ہے ف۶ اور آدمی محبت پر مال کی بہت پکّا ہے ف۷ کیا نہیں جانتا

اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۝٩ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ۝١٠

وہ وقت کہ کُریدا جائے جو کچھ قبروں میں ہے اور تحقیق ہووے جو کچھ کہ جیوں میں ہے ف۸

اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۝١١ ع ۱ / ۲۵

بیشک اُنکے رب کو اُن کی اُس دن سب خبر ہے ف۹

سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۂ قارعہ مکہ میں نازل ہوئی اور اسکی گیارہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْقَارِعَةُ ۝١ مَا الْقَارِعَةُ ۝٢ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝٣

وہ کھڑکھڑا ڈالنے والی کیا ہے وہ کھڑکھڑا ڈالنے والی اور تو کیا سمجھا کیا ہے وہ کھڑکھڑا ڈالنے والی ف۱۰

ف۱ یعنی جو پتھریلی زمین پر ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں۔

ف۲ عرب میں اکثر عادت صبح کے وقت تاخت کرنے کی تھی۔ تاکہ رات کے وقت جانے میں دشمن کو خبر نہ ہو صبح کو دفعۃً جا پڑیں اور رات کو حملہ نہ کرنے میں اظہارِ شجاعت سمجھتے تھے۔

ف۳ یعنی ایسی تیزی اور قوت سے دَوڑنے والے کہ صبح کے وقت جبکہ رات کی سردی اور شبنم کی رطوبت سے عموماً غبار دبا رہتا ہے۔ اُن کی ٹاپوں سے اُس وقت بھی بہت گرد و غبار اُٹھتا ہے۔

ف۴ یعنی اُس وقت بے خوف و خطر دشمن کی فوج میں جا گھستے ہیں۔ (تنبیہ) ممکن ہے کہ قسم کھانا گھوڑوں کی مقصود ہو جیسا کہ ظاہر ہے اور ممکن ہے مجاہدین کے رسالہ کی قسم ہو۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یہ جہاد والے سواروں کی قسم ہے۔ اس سے بڑا کون عمل ہوگا کہ اللہ کے کام پر اپنی جان دینے کو حاضر ہے"۔

ف۵ یعنی جہاد کرنیوالے سواروں کی اللہ کی راہ میں سرفروشی و جانبازی بتلاتی ہے کہ وفادار و شکر گذار بندے ایسے ہوتے ہیں۔ جو آدمی اللہ کی دی ہوئی قوتوں کو اُس کے راستہ میں خرچ نہیں کرتا وہ پرلے درجہ کا ناشکر اور نالائق ہے۔ بلکہ غور کرو تو خود گھوڑا زبانِ حال سے شہادت دے رہا ہے کہ جو لوگ مالکِ حقیقی کی دی ہوئی روزی کھاتے اور اُسکی بیشمار نعمتوں سے شب و روز متمتع کرتے ہیں، پھر اُس کے باوجود اُس کی فرمانبرداری نہیں کرتے، وہ جانوروں سے زیادہ ذلیل و حقیر ہیں۔ ایک شائستہ گھوڑے کو مالک گھاس کے تنکے اور تھوڑا سا دانہ کھلاتا ہے وہ اتنی سی تربیت پر اپنے مالک کی وفاداری میں جان لڑا دیتا ہے۔ جدھر سوار اشارہ کرتا ہے اُدھر چلتا ہے دَوڑتا اور ہانپتا ہوا ٹاپیں مارتا اور غبار اُٹھاتا ہوا گھمسان کے معرکوں میں بے تکلف گُھس جاتا ہے۔ گولیوں کی بارش میں تلواروں اور سنگینوں کے سامنے پڑ کر سینہ نہیں پھیرتا۔ بلکہ بسا اوقات وفادار گھوڑا سوار کو بچانے کے لئے اپنی جان خطرہ میں ڈال دیتا ہے۔ کیا انسان نے ایسے گھوڑوں سے کچھ سبق سیکھا کہ اس کا بھی کوئی پالنے والا مالک ہے جس کی وفاداری میں اُسے جان و مال خرچ کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ بیشک انسان بڑا ناشکر اور نالائق ہے۔ کہ ایک گھوڑے بلکہ کتے کی برابر بھی وفاداری نہیں دکھلا سکتا۔

ف۶ یعنی سرفروش مجاہدین کی اور اُن کے گھوڑوں کی وفاشعاری اور شکرگذاری اُسکی آنکھوں کے سامنے ہے پھر بھی بیحیا ٹس سے مَس نہیں ہوتا۔ (تنبیہ) ترجمہ کی رعایت سے ہم نے یہ مطلب لکھا ہے۔ ورنہ اکثر مفسّرین اس جملہ کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ انسان خود اپنی ناشکری پر زبانِ حال سے گواہ ہے۔ ذرا اپنے ضمیر کی آواز کی طرف متوجہ ہو تو سُن لے کہ اندر سے خود اُس کا دل کہہ رہا ہے کہ تو بڑا ناشکرا ہے۔ بعض سلف نے "اِنّہٗ" کی ضمیر رب کی طرف لوٹائی ہے یعنی اُس کا رب اُس کی ناسپاسی اور کفرانِ نعمت کو دیکھ رہا ہے۔

ف۷ یعنی حرص و طمع اور بخل و امساک نے اُس کو اندھا بنا رکھا ہے۔ دنیا کے زر و مال کی محبت میں اس قدر غرق ہے کہ منعمِ حقیقی کو بھی فراموش کر بیٹھا، نہیں سمجھتا کہ آگے چل کر اس کا کیا انجام ہونے والا ہے۔

ف۸ یعنی وہ وقت بھی آنیوالا ہے جب مُردہ جسم قبروں سے نکال کر زندہ کئے جائینگے اور دلوں میں جو چیزیں چھپی ہوئی ہیں سب کھول کر رکھدی جائینگی اُس وقت دیکھیں یہ مال کہاں تک کام دیگا اور نالائق ناشکرے لوگ کہاں چھوٹ کر جائینگے۔ اگر یہ بیحیا اس بات کو بھی سمجھ لیتے تو ہرگز مال کی محبت میں غرق ہو کر ایسی حرکتیں نہ کرتے۔

ف۹ یعنی ہرچند کہ اللہ کا علم ہر وقت بندے کے ظاہر و باطن پر محیط ہے لیکن اُس روز اُس کا علم ہر شخص پر ظاہر ہو جائیگا۔ اور کسی کو گنجائش انکار کی نہ رہیگی۔

ف۱۰ مُراد قیامت ہے جو قلوب کو سخت فزع اور گھبراہٹ سے اور کانوں کو صوت شدید سے کھڑکھڑا ڈالیگی۔ مطلب یہ ہے کہ حادثۂ قیامت کے اُس ہولناک منظر کا کیا بیان ہو۔ بس اُسکے بعض آثار آگے بیان کردیئے جاتے ہیں جن سے اُس کی سختی اور شدت کا قدرے اندازہ ہوسکتا ہے۔

ف ۱ کہ ہر ایک ایک طرف کو بے تابانہ چلا جاتا ہے۔ گویا پروانوں کے ساتھ تشبیہ ضعف، کثرت بیتابی اور حرکت کی بے انتظامی میں ہوئی۔ ف ۲ یعنی جیسے دُھنیا اُون یا روئی کو دُھنک کر ایک ایک پھاہا کرکے اُڑا دیتا ہے۔ اسی طرح پہاڑ متفرق ہو کر اُڑ جائینگے۔ اور رنگین اُون سے شاید اس لئے تشبیہ دی کہ بہت کمزور اور ہلکی ہوتی ہے۔ نیز قرآن میں دوسری جگہ پہاڑوں کے رنگ بھی کئی قسم کے بیان فرمائے ہیں "وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ" (فاطر۔ رکوع ۴)

ف ۳ یعنی جس کے اعمال وزنی ہونگے وہ اُس روز خاطر خواہ عیش و آرام میں رہیگا اور اعمال کا وزن اخلاص وایمان کی نسبت سے ہوگا۔ دیکھنے میں کتنا ہی بڑا عمل ہو مگر اخلاص کی روح نہ ہو، وہ اللہ کے ہاں کچھ وزن نہیں رکھتا "فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا" (کہف۔ رکوع ۱۲)

ف ۴ یعنی جو عذاب اُس طبقہ میں ہے کچھ آدمی کی سمجھ میں نہیں آسکتا بس اتنا سمجھ لو کہ ایک آگ ہے نہایت گرم دہکتی ہوئی جس کے مقابلہ میں گویا دوسری آگ کو گرم کہنا نہ چاہیئے۔ اعاذنا اللہ منہا ومن سائر وجوہ العذاب بفضلہ ومنہ۔

ف ۵ یعنی مال و اولاد کی کثرت اور دنیا کے سازوسامان کی حرص آدمی کو غفلت میں پھنسائے رکھتی ہے۔ نہ مالک کا دھیان آنے دیتی ہے نہ آخرت کی فکر۔ بس شب و روز یہی دُھن لگی رہتی ہے کہ جس طرح بن پڑے مال و دولت کی بہتات ہو، اور میرا کنبہ اور جتھا سب کنبوں اور جتھوں سے غالب رہے۔ یہ پردہ غفلت کا نہیں اُٹھتا۔ یہاں تک کہ موت آجاتی ہے۔ تب قبر میں پہنچ کر پتہ لگتا ہے کہ سخت غفلت اور بھول میں پڑے ہوئے تھے۔ محض چند روز کی چہل پہل تھی۔ موت کے بعد وہ سب سامان ہیچ بلکہ وبال جان ہیں۔ (تنبیہ) بعض روایات میں آیا ہے (اللہ اعلم بصحتہا) کہ ایک مرتبہ دو قبیلے اپنے اپنے جتھے کی کثرت پر فخر کر رہے تھے۔ جب مقابلہ کے وقت ایک کے آدمی دوسرے سے کم رہے تو اُس نے کہا کہ ہمارے اتنے آدمی لڑائی میں مارے جا چکے ہیں چل کر قبریں شمار کر لو۔ وہاں پتہ لگے گا کہ ہمارا جتھا تم سے کتنا زیادہ ہے۔ اور ہم میں کیسے کیسے نامور گزر چکے ہیں۔ یہ کہہ کر قبریں شمار کرنے لگے۔ اس جہالت و غفلت پر متنبہ کرنے کے لیے یہ سورت نازل ہوئی۔ ترجمہ میں دونوں مطلبوں کی گنجائش ہے۔

ف ۶ یعنی دیکھو بار بار بتاکید کہا جاتا ہے کہ تمہارا خیال صحیح نہیں کہ مال و اولاد وغیرہ کی بہتات ہی کام آنے والی چیز ہے۔ عنقریب تم معلوم کر لو گے کہ یہ زائل و فانی چیز ہرگز فخر و مباہات کے لائق نہ تھی پھر سمجھ لو کہ آخرت ایسی چیز نہیں جس سے انکار کیا جائے یا غفلت برتی جائے۔ آگے چل کر تم کو بہت جلد کھل جائیگا کہ اصل زندگی اور عیش آخرت کا ہے اور دنیا اُس زندگی کے مقابلہ میں ایک خواب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی، یہ حقیقت بعض لوگوں کو دنیا میں تھوڑی بہت کھل جاتی ہے لیکن قبر میں پہنچ کر اور اُس کے بعد محشر میں سب کو پوری طرح کھل جائیگی۔

يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ ﴿٤﴾ وَتَكُونُ

جس دن ہوویں لوگ جیسے پتنگے بکھرے ہوئے ف ۱ اور ہوویں

الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ ﴿٥﴾ فَأَمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ﴿٦﴾

پہاڑ جیسے رنگی ہوئی اُون دُھنی ہوئی ف ۲ سو جس کی بھاری ہوئیں تولیں

فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿٧﴾ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ﴿٨﴾

تو وہ رہیگا من مانتے گذران میں ف ۳ اور جس کی ہلکی ہوئیں تولیں

فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ﴿٩﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَهْ ﴿١٠﴾ نَارٌ حَامِيَةٌ ﴿١١﴾

تو اُس کا ٹھکانا گڑھا ہے اور تو کیا سمجھا وہ کیا ہے آگ ہے دہکتی ہوئی ف ۴

سُورَةُ التَّكَاثُرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانِي آيَاتٍ

سورۂ تکاثر مکہ میں نازل ہوئی اور اسکی آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ ﴿١﴾ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ﴿٢﴾ كَلَّا

غفلت میں رکھا تم کو بہتایت کی حرص نے یہاں تک کہ جا دیکھیں قبریں ف ۵ کوئی نہیں

سَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٣﴾ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٤﴾

آگے جان لوگے پھر بھی کوئی نہیں آگے جان لوگے ف ۶

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ ﴿٥﴾ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ﴿٦﴾

کوئی نہیں اگر جانو تم یقین کر کے ف ۷ بیشک تم کو دیکھنا ہے دوزخ

ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ ﴿٧﴾ ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ

پھر دیکھنا ہے اُس کو یقین کی آنکھ سے ف ۸ پھر پوچھیں گے تم سے اُس دن

عَنِ النَّعِيمِ ﴿٨﴾

آرام کی حقیقت ف ۹

ف ۷ یعنی تمہارا خیال ہرگز صحیح نہیں اگر تم یقینی طور پر دلائل صحیحہ سے اس بات کو جان لیتے کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کے سب سامان ہیچ ہیں تو ہرگز اس غفلت میں پڑے نہ رہتے۔

ف ۸ یعنی اس غفلت و انکار کا نتیجہ دوزخ ہے، وہ تم کو دیکھنا پڑیگا۔ اوّل تو اُس کا کچھ اثر برزخ میں نظر آجائے گا۔ پھر آخرت میں پوری طرح دیکھ کر عین الیقین حاصل ہو جائے گا۔

ف ۹ یعنی اُس وقت کہینگے اب بتلاؤ! دنیا کے عیش و آرام کی کیا حقیقت تھی۔ یا اُس وقت سوال کیا جائیگا کہ جو نعمتیں (ظاہری و باطنی، آفاقی و انفسی، جسمانی و روحانی) دنیا میں عطا کی گئی تھیں اُن کا حق تم نے کیا ادا کیا۔ اور منعم حقیقی کو کہاں تک خوش رکھنے کی سعی کی۔

ف۱ "عصر" زمانہ کو کہتے ہیں یعنی قسم ہے زمانہ کی جس میں انسان کی عمر بھی داخل ہے جسے تحصیل کمالات و سعادات کے لیے ایک متاع گرانمایہ سمجھنا چاہیئے یا قسم ہے نماز عصر کے وقت کی جو کاروباری دنیا میں خاص مشغولیت اور شرعی نقطۂ نظر سے نہایت فضیلت کا وقت ہے (حتیٰ کہ حضورؐ نے حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جس کی نماز عصر فوت ہوگئی گویا اُس کا سب گھر بار لٹ گیا) یا قسم ہے ہمارے پیغمبر کے زمانۂ مبارک کی جس میں رسالت عظمیٰ اور خلافت کبریٰ کا نور اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمکا۔ ف۲ اس سے بڑھ کر ٹوٹا کیا ہوگا کہ برف بیچنے والے دوکاندار کی طرح اس کی تجارت کا راس المال جسے عمر عزیز کہتے ہیں، دم بدم کم ہوتا جارہا ہے۔ اگر اس رواداری میں کوئی ایسا کام نہ کر لیا جس سے یہ عمر رفتہ ٹھکانے لگ جائے، بلکہ ایک ابدی اور غیر فانی متاع بن کر ہمیشہ کے لئے کارآمد بن جائے، تو پھر خسارہ کی کوئی انتہا نہیں۔ زمانہ کی تاریخ پڑھ جاؤ اور خود اپنی زندگی کے واقعات پر غور کرو تو ادنیٰ غور و فکر سے ثابت ہو جائیگا کہ جن لوگوں نے انجام بینی سے کام نہ لیا اور مستقبل سے بے پرواہ ہو کر محض خالی لذتوں میں وقت گزار دیا وہ آخر کار کس طرح ناکام و نامراد بلکہ تباہ و برباد ہو کر رہے۔ آدمی کو چاہئے کہ وقت کی قدر پہچانے اور عمر عزیز کے لمحات کو یونہی غفلت و شرارت یا لہو و لعب میں نہ گنوائے۔ جو اوقات تحصیل شرف و مجد اور اکتساب فضل و کمال کی گرم بازاری کے ہیں خصوصاً وہ گراں مایہ اوقات جن میں آفتاب رسالت اپنی انتہائی نور افشانی سے دنیا کو روشن کر رہا ہے، اگر غفلت و نسیان میں گزار دیئے گئے، تو سمجھو کہ اس سے بڑھ کر آدمی کے لئے کوئی خسارہ نہیں ہو سکتا بس خوش نصیب اور اقبال مند انسان وہی ہیں جو اس عمر فانی کو باقی اور ناکارہ زندگی کو کارآمد بنانے کے لئے جد و جہد کرتے ہیں اور بہترین اوقات اور عمدہ مواقع کو غنیمت سمجھ کر کسب سعادت اور تحصیل کمال کی کوشش میں سرگرم رہتے ہیں۔ اور یہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر آگے "اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ" میں کیا گیا ہے۔

سُوْرَةُ الْعَصْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثُ اٰيَاتٍ

سورۂ عصر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی تین آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْعَصْرِ ۝۱ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝۲ اِلَّا الَّذِيْنَ

قسم ہے عصر کی ف۱ مقرر انسان ٹوٹے میں ہے ف۲ مگر جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوْا

یقین لائے اور کیے بھلے کام اور آپس میں تاکید کرتے رہے سچے دین کی اور آپس میں تاکید

بِالصَّبْرِ ۝۳

کرتے رہے تحمل کی ف۳

ع ۳/۲۸

سُوْرَةُ الْهُمَزَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعُ اٰيَاتٍ

سورۂ ہمزہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی نو آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۣ ۝۱ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝۲

خرابی ہے ہر طعنہ دینے والے عیب چننے والے کی ف۴ جس نے سمیٹا مال اور گن گن کر رکھا ف۵

يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۝۳ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝۴

خیال کرتا ہے کہ اُس کا مال سدا کو رہیگا اسکے ساتھ ف۶ کوئی نہیں وہ پھینکا جائیگا اُس روندنے والی میں ف۷

وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝۵ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝۶ الَّتِيْ تَطَّلِعُ

اور تو کیا سمجھا کون ہے وہ روندنے والی ایک آگ ہے اللہ کی سلگائی ہوئی وہ جھانک لیتی ہے

عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝۷ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝۸ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝۹

دل کو ف۸ اُن کو اُس میں موند دیا ہے ف۹ لمبے لمبے ستونوں میں ف۱۰

ع ۹/۲۹

ف۳ یعنی انسان کو خسارہ سے بچنے کے لئے چار باتوں کی ضرورت ہے۔ اول خدا اور رسول پر ایمان لائے اور اُن کی ہدایات اور وعدوں پر خواہ دنیا سے متعلق ہوں یا آخرت سے پورا یقین رکھے۔ دوسرے اس یقین کا اثر محض قلب و دماغ تک محدود نہ رہے بلکہ جوارح میں ظاہر ہو، اور اس کی عملی زندگی اُس کے ایمان قلبی کا آئینہ ہو۔ تیسرے محض اپنی انفرادی صلاح و فلاح پر قناعت نہ کرے بلکہ قوم و ملت کے اجتماعی مفاد کو پیش نظر رکھے۔ جب دو مسلمان ملیں ایک دوسرے کو اپنے قول و فعل سے سچے دین اور ہر معاملہ میں سچائی اختیار کرنے کی تاکید کرتے رہیں۔ چوتھے ہر ایک کو دوسرے کی یہ نصیحت و وصیت رہے کہ حق کے معاملہ میں اور شخصی و قومی اصلاح کے راستہ میں جس قدر سختیاں اور دشواریاں پیش آئیں یا خلاف طبع امور کا تحمل کرنا پڑے، پورے صبر و استقامت سے تحمل کریں، ہرگز قدم نیکی کے راستہ سے ڈگمگانے نہ پائے۔ جو خوش قسمت حضرات ان چار اوصاف کے جامع ہونگے اور خود کامل ہو کر دوسروں کی تکمیل کرینگے اُن کا نام صفحات دہر پر زندۂ جاوید رہیگا۔ اور جو آثار چھوڑ کر دنیا سے جائینگے وہ بطور باقیات صالحات ہمیشہ اُن کے اجر کو بڑھاتے رہینگے۔ فی الحقیقت یہ چھوٹی سی سورت سارے دین و حکمت کا خلاصہ ہے۔ امام شافعیؒ نے سچ فرمایا کہ اگر قرآن میں سے صرف یہی ایک سورت نازل کر دی جاتی تو (سمجھدار بندوں کی) ہدایت کے لئے کافی تھی۔ بزرگان سلف میں جب دو مسلمان آپس میں ملتے تھے، جدا ہونے سے پہلے ایک دوسرے کو یہ سورت سنایا کرتے تھے۔

ف۴ یعنی اپنی خبر نہیں لیتا دوسروں کو حقیر سمجھ کر طعنے دیتا ہے اور اُن کے واقعی یا غیر واقعی عیب چنتا رہتا ہے۔

ف۵ یعنی طعنہ زنی اور عیب جوئی کا منشا تکبر اور تکبر کا سبب مال ہے جس کو مارے حرص کے ہر طرف سے سمیٹتا اور مارے بخل کے گن گن کر رکھتا ہے کہ کوئی پیسہ کہیں خرچ نہ ہو جائے یا نکل کر بھاگ نہ جائے اکثر بخیل مالداروں کو دیکھا ہوگا کہ وہ بار بار روپیہ شمار کرتے اور حساب لگاتے رہتے ہیں۔ اسی میں اُن کو مزہ آتا ہے۔ ف۶ یعنی اُس کے برتاؤ سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ مال کبھی اُس سے جدا نہ ہوگا، بلکہ ہمیشہ اُس کو آفات ارضی و سماوی سے بچاتا رہیگا۔ ف۷ یعنی یہ خیال محض غلط ہے۔ مال تو قبر تک بھی ساتھ نہ جائیگا۔ آگے تو کیا کام آتا۔ سب دولت یونہی پڑی رہ جائیگی۔ اور اس بدبخت کو اٹھا کر دوزخ میں پھینک دینگے۔ ف۸ یعنی یاد رہے یہ آگ بندوں کی نہیں۔ اللہ کی سلگائی ہوئی ہے۔ اُس کی کیفیت کچھ نہ پوچھو، بڑی بھڑکدار ہے، دلوں کو جھانک لیتی ہے، جس دل میں ایمان ہو نہ جلائے، جس میں کفر ہو جلا ڈالے۔ اُس کی سوزش بدن کو لگتے ہی فوراً دلوں تک نفوذ کر جائیگی۔ بلکہ ایک طرح دل سے شروع ہو کر جسموں میں سرایت کریگی۔ اور باوجودیکہ قلوب و ارواح جسموں کی طرح جلینگے۔ اس پر بھی مجرم مرنے نہ پائینگے دوزخی تمنا کریگا کہ کاش موت آکر اس عذاب کا خاتمہ کر دے لیکن یہ آرزو پوری نہ ہوگی۔ اعاذنا اللہ منہا ومن سائر وجوہ العذاب۔ ف۹ یعنی کفار کو دوزخ میں ڈال کر دروازے بند کر دیئے جائینگے۔ کوئی راستہ نکلنے کا نہ رہیگا۔ ہمیشہ اُس میں پڑے جلتے رہینگے۔ ف۱۰ یعنی آگ کے شعلے لمبے لمبے ستونوں کی مانند بلند ہونگے۔ یا یہ کہ دوزخیوں کو لمبے ستونوں سے باندھ کر خوب جکڑ دیا جائیگا کہ جلتے وقت ذرا حرکت نہ کر سکیں۔ کیونکہ اِدھر اُدھر حرکت کرنے سے بھی عذاب میں کچھ برائے نام تخفیف ہو سکتی تھی۔ اور بعض نے کہا کہ دوزخ کے منہ کو لمبے لمبے ستون ڈال کر اوپر سے پاٹ دیا جائیگا۔ واللہ اعلم۔

ف۱ یعنی ہاتھی والوں کے ساتھ تیرے ربّ نے جو معاملہ کیا وہ تم کو ضرور معلوم ہوگا۔ کیونکہ یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے چند روز پیشتر ہوا تھا اور غایت شہرت سے بچہ بچہ کی زبان پر تھا۔ اسی قربِ عہد اور تواتر کی بناء پر اُس کے علم کو رؤیت سے تعبیر فرما دیا۔ ف۲ یعنی وہ لوگ چاہتے تھے کہ اللہ کا کعبہ اُجاڑ کر اپنا مصنوعی کعبہ آباد کریں۔ یہ نہ ہو سکا۔ اللہ نے اُن کے سب داؤ پیچ غلط اور کُل تدبیریں بے اثر کر دیں۔ کعبہ کی تباہی کی فکر میں وہ خود ہی تباہ و برباد ہو گئے۔ ف۳ "اصحاب فیل" کا قصہ مختصر یہ ہے کہ بادشاہ "حبشہ" کی طرف سے "یمن" میں ایک حاکم "ابرہہ" نامی تھا۔ اُس نے دیکھا کہ سارے عرب کعبہ کا حج کرنے جاتے ہیں، چاہا کہ ہمارے پاس جمع ہوا کریں۔ اُس کی تدبیر یہ سوچی کہ اپنے مذہب عیسائی کے نام پر ایک عالیشان گرجا بنایا جائے جس میں ہر طرح کے تکلفات اور راحت و دلکشی کے سامان ہوں۔ اس طرح لوگ اصلی اور سادہ کعبہ کو چھوڑ کر اس مکلف و مرصع کعبہ کی طرف آنے لگینگے۔ اور مکّہ کا حج چھوٹ جائیگا چنانچہ "صنعاء" میں (جو یمن کا بڑا شہر ہے) اپنے مصنوعی کعبہ کی بنیاد رکھی اور خوب دل کھول کر روپیہ خرچ کیا اس پر بھی لوگ اِدھر متوجہ نہ ہوئے۔ عرب کو خصوصاً قریش کو جب اس کی اطلاع ہوئی، سخت خشمگیں ہوئے کسی نے غصّہ میں آکر وہاں پاخانہ پھر دیا، اور بعض کہتے ہیں کہ بعض عرب نے آگ جلائی تھی ہوا سے اُڑ کر اُس عمارت میں لگ گئی۔ "ابرہہ" نے جھنجھلا کر کعبہ شریف پر فوج کشی کر دی بہت سا لشکر اور ہاتھی لے کر اس ارادہ سے چلا کہ کعبہ کو منہدم کر دے درمیان میں عرب کے جس قبیلہ نے مزاحمت کی اُسے مارا اور مغلوب کیا حضرتؐ کے دادا عبدالمطلب اُس وقت قریش کے سردار اور کعبہ کے متولی اعظم تھے اُن کو خبر ہوئی تو فرمایا لوگو! اپنا بچاؤ کر لو، کعبہ جس کا گھر ہے وہ خود اُس کو بچا لیگا۔ "ابرہہ" نے راستہ صاف دیکھ کر یقین کر لیا کہ اب کعبہ کا منہدم کر دینا کوئی مشکل کام نہیں۔ کیونکہ اُدھر سے کوئی مقابلہ کرنے والا نہ تھا۔ جب وادیٔ "محسّر" (جو مکّہ کے قریب جگہ ہے) پہنچا تو سمندر کی طرف سے سبز اور زرد رنگ کے چھوٹے چھوٹے جانوروں کی ٹکڑیاں نظر آئیں۔ ہر ایک کی چونچ اور پنجوں میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں تھیں۔ اُن عجیب و غریب پرندوں کے غول کے غول کنکریاں لشکر پر برسانے لگے۔ خدا کی قدرت سے وہ کنکر کی پتھریاں بندوق کی گولی سے زیادہ کام کرتی تھیں۔ جس کے لگتی، ایک طرف سے گھس کر دوسری طرف سے نکل جاتی اور ایک عجیب طرح کا سمی مادہ چھوڑ جاتی تھی۔ بہت سے وہیں ہلاک ہو گئے۔ جو بھاگے وہ دوسری بڑی بڑی تکلیفیں اُٹھا کر مرے۔ یہ واقعہ حضورؐ کی ولادت شریف سے پچاس روز پہلے ہوا۔ بلکہ بعض کہتے ہیں کہ خاص اُسی روز آپؐ کی ولادت باکرامت ہوئی۔ گویا یہ ایک آسمانی نشان آپؐ کی آمد آمد کا تھا۔ اور ایک غیبی اشارہ تھا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی فوق العادۃ حفاظت فرمائی ہے۔ اس گھر کے سب سے مقدس متولی اور سب سے بزرگ پیغمبر کی حفاظت بھی اسی طرح کریگا اور عیسائی یا کسی دوسرے مذہب کو یہ موقع نہ دیگا کہ وہ کعبہ اور کعبہ کے سچے خادموں کا استیصال کر سکیں۔

سُوْرَةُ الْفِيْلِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ

سورۂ فیل مکّہ میں نازل ہوئی اور اس کی پانچ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ①

کیا تُونے نہ دیکھا کیسا کیا تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ ف۱

اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ② وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ

کیا نہیں کر دیا اُن کا داؤ غلط ف۲ اور بھیجے اُن پر

طَيْرًا اَبَابِيْلَ ③ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ④

اُڑتے جانور ٹکڑیاں ٹکڑیاں پھینکتے تھے اُن پر پتھریاں کنکر کی ف۳

فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ⑤

پھر کر ڈالا اُن کو جیسے بھُس کھایا ہوا ف۴

سُوْرَةُ قُرَيْشٍ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعُ اٰيَاتٍ

سورۂ قریش مکّہ میں نازل ہوئی اور اس کی چار آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ① اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ②

اس واسطے کہ مانوس رکھا قریش کو مانوس رکھنا اُن کو سفر سے جاڑے کے اور گرمی کے

فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ③ الَّذِيْۤ اَطْعَمَهُمْ

تو چاہئے کہ بندگی کریں اس گھر کے رب کی جس نے اُن کو کھانا دیا

مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ④

بھوک میں اور امن دیا ڈر میں ف۵

ف۴ جو بیل، گائے وغیرہ کھا کر آخور چھوڑ دیتے ہیں یعنی ایسا پراگندہ منتشر، مبتذل، بدصورت، نکمّا اور چُورا چُورا۔

ف۵ مکّہ میں غلّہ وغیرہ پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے قریش کی عادت تھی کہ سال بھر میں تجارت کی غرض سے دو سفر کرتے تھے۔ جاڑوں میں یمن کی طرف کہ وہ ملک گرم ہے اور گرمیوں میں شام کی طرف جو سرد اور شاداب ملک ہے۔ لوگ ان کو اہل حرم اور خادم بیت اللہ سمجھ کر نہایت عزّت و احترام کی نظر سے دیکھتے۔ اُن کی خدمت کرتے اور اُنکے جان و مال سے کچھ تعرض نہ کرتے۔ اس طرح اُن کو خاطر خواہ نفع ہوتا۔ پھر امن و چین سے گھر بیٹھ کر کھاتے اور کھلاتے تھے۔ حرم کے چاروں طرف لُوٹ کھسوٹ اور چوری ڈکیتی کا بازار گرم رہتا تھا لیکن کعبہ کے ادب سے کوئی چور ڈاکو قریش پر ہاتھ صاف نہ کرتا تھا۔ اسی انعام کو یہاں یاد دلایا ہے کہ اس گھر کے طفیل تم کو روزی دی، اور امن چین دیا۔ "اصحاب فیل" کی زد سے محفوظ رکھا، پھر اس گھر والے کی بندگی کیوں نہیں کرتے اور اُس کے رسول کو کیوں ستاتے ہو۔ کیا یہ انتہائی ناشکری اور احسان فراموشی نہیں۔ اگر دوسری باتیں نہیں سمجھ سکتے تو ایسی کھلی ہوئی حقیقت کا سمجھنا کیا مشکل ہے۔

ف۱ یعنی سمجھتا ہے کہ انصاف نہ ہوگا اور اللہ کی طرف سے نیک و بد کا کبھی بدلہ نہ ملیگا۔ اور بعض نے دین کے معنی "ملت" کے لئے ہیں۔ یعنی ملتِ اسلام اور مذہب حق کو جھٹلاتا ہے۔ گویا مذہب و ملت اُس کے نزدیک کوئی چیز ہی نہیں۔ ف۲ یعنی یتیم کی ہمدردی اور غمخواری تو درکنار اُسکے ساتھ نہایت سنگدلی اور بداخلاقی سے پیش آتا ہے۔ ف۳ یعنی غریب محتاج کی نہ خود خبر لے نہ دوسروں کو ترغیب دے۔ ظاہر ہو کہ یتیموں اور محتاجوں کی خبر لینا اور انکے حال پر رحم کھانا دنیا کے ہر مذہب و ملت کی تعلیم میں شامل ہے اور ان مکارم اخلاق میں سے ہے جنکی خوبی پر تمام عقلاء اتفاق رکھتے ہیں۔ پھر جو شخص ان ابتدائی اخلاق سے بھی عاری ہو، سمجھو کہ آدمی نہیں، جانور ہے۔ بھلا ایسے کو دین سے کیا واسطہ، اور اللہ سے کیا لگاؤ ہوگا۔
ف۴ یعنی نہیں جانتے کہ نماز کس کی مناجات ہے اور مقصود اُس سے کیا ہے اور کس قدر اہتمام کے لائق ہے یہ کیا نماز ہوئی کہ کبھی پڑھی کبھی نہ پڑھی، وقت بے وقت کھڑے ہوگئے، باتوں میں اور دنیا کے دھندوں میں جان بوجھ کر وقت تنگ کر دیا، پھر پڑھی بھی تو چار ٹکریں لگالیں، کچھ خبر نہیں کس کے رُوبرو کھڑے ہیں، اور احکم الحاکمین کے دربار میں کس شان سے حاضری دے رہے ہیں کیا خدا صرف ہمارے اُٹھنے بیٹھنے اجھک جانے اور سیدھے ہونے کو دیکھتا ہے؟ ہمارے دلوں پر نظر نہیں رکھتا؟ کہ اُن میں کہاں تک اخلاص اور خشوع کا رنگ موجود ہے۔ یاد رکھو یہ سب

سُوْرَةُ الْمَاعُوْنِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سَبْعُ اٰيَاتٍ
سورۂ ماعون مکہ میں نازل ہوئی اور اسکی سات آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝۱ فَذٰلِكَ
تُونے دیکھا اُس کو جو جھٹلاتا ہے انصاف ہونے کو ف۱ سو یہ وہی ہے

الَّذِىْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝۲ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ
جو دھکے دیتا ہے یتیم کو ف۲ اور نہیں تاکید کرتا محتاج کے

الْمِسْكِيْنِ ۝۳ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝۴ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ
کھانے پر ف۳ پھر خرابی ہے اُن نمازیوں کی جو اپنی

صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝۵ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝۶ وَ
نماز سے بے خبر ہیں ف۴ وہ جو دکھلاوا کرتے ہیں ف۵ اور

يَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝۷
مانگی نہ دیویں برتنے کی چیز ف۶

ع ۱ ۲۲

سُوْرَةُ الْكَوْثَرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثُ اٰيَاتٍ
سورۂ کوثر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی تین آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝۱ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝۲
بیشک ہم نے دی تجھ کو کوثر ف۷ سو نماز پڑھ اپنے رب کے آگے اور قربانی کر ف۸

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝۳
بیشک جو دشمن ہے تیرا وہی رہ گیا پیچھا کٹا ف۹

ع ۱ ۳۳

صورتیں "عن صلاتھم ساھون" میں درجہ بدرجہ داخل ہیں۔ کما صرح بہ بعض السلف۔
ف۵ یعنی ایک نماز کیا، اُنکے دوسرے اعمال بھی ریاکاری اور نمود و نمائش سے خالی نہیں گویا اُن کا مقصد خالق سے قطع نظر کر کے صرف مخلوق کو خوش کرنا ہے۔
ف۶ یعنی زکوٰۃ و صدقات وغیرہ تو کیا ادا کرتے معمولی برتنے کی چیزیں بھی مثلاً (ڈول، رسّی، ہنڈیا، دیگچی، کلہاڑی، سوئی دھاگا وغیرہ) کسی کو مانگی نہیں دیتے جن کے دیدینے کا دنیا میں عام رواج ہے۔ بخل اور فسق کا جب یہ حال ہو تو ریاکاری کی نماز سے ہی کیا فائدہ ہوگا۔ اگر ایک آدمی اپنے کو مسلمان نمازی کہتا اور کہلاتا ہے مگر اللہ کے ساتھ اخلاص اور مخلوق کے ساتھ ہمدردی نہیں رکھتا، اُس کا اسلام لفظ بے معنی، اور اُسکی نماز حقیقت سے بہت دُور ہے۔ یہ ریاکاری اور بداخلاقی تو اُن بدبختوں کا شیوہ ہونا چاہیئے جو اللہ کے دین اور روزِ جزاء پر کوئی اعتقاد نہیں رکھتے
ف۷ "کوثر" کے معنی "خیر کثیر" کے ہیں یعنی بہت زیادہ بھلائی اور بہتری یہاں اس سے کیا چیز مُراد ہے۔ "البحر المحیط" میں اسکے متعلق چھبیس ۲۶ اقوال ذکر کئے ہیں اور اخیر میں اس کو ترجیح دی ہے کہ اس لفظ کے تحت میں ہر قسم کی دینی و دنیوی دولتیں اور حسّی و معنوی نعمتیں داخل ہیں۔ جو آپ کو، یا آپ کے طفیل میں اُمّتِ مرحومہ کو ملنے والی تھیں۔ ان نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت وہ "حوضِ کوثر" بھی ہے جو اسی نام سے مسلمانوں میں مشہور ہے اور جسکے پانی سے آپ اپنی اُمّت کو محشر میں سَیراب فرمائینگے (اے ارحم الراحمین! تو اس خطاکار رُوسیاہ کو بھی اس سے سَیراب کیجئے) (تنبیہ) "حوضِ کوثر" کا ثبوت بعض محدثین کے نزدیک حدِّ تواتر تک پہنچ چکا ہے ہر مسلمان کو اُس پر اعتقاد رکھنا لازم ہے۔ احادیث میں اُسکی عجیب و غریب خوبیاں بیان ہوئی ہیں بعض روایات سے اُس کا محشر میں ہونا اور اکثر سے جنت میں ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اکثر علماء نے تطبیق یوں دی ہے کہ اصل نہر جنت میں ہوگی اور اُسی کا پانی میدانِ حشر میں لاکر کسی حوض میں جمع کر دیا جائیگا۔ دونوں کو "کوثر" ہی کہتے ہونگے۔ واللہ اعلم بالصواب۔
ف۸ یعنی اتنے بڑے انعام و احسان کا شکر بھی بہت بڑا ہونا چاہیئے تو چاہیئے کہ آپ اپنی رُوح، بدن اور مال سے برابر اپنے رب کی عبادت میں لگے رہیں، بدنی و روحی عبادات میں سب سے بڑی چیز نماز ہے۔ اور مالی عبادات میں قربانی ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہے کیونکہ قربانی کی اصل حقیقت جان کا قربان کرنا تھا۔ جانور کی قربانی کو بعض حکمتوں اور مصلحتوں کی بنا پر اُس کے قائم مقام کر دیا گیا۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کے قصہ سے ظاہر ہے اسی لئے قرآن میں دوسری جگہ بھی نماز اور قربانی کا ذکر ساتھ ساتھ کیا ہے۔ قُلْ اِنَّ صَلَاتِىْ وَنُسُكِىْ وَمَحْيَاىَ وَمَمَاتِىْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ (انعام۔ رکوع ۲۰) (تنبیہ) بعض روایات میں "وانحر" کے معنی سینہ پر ہاتھ باندھنے کے آئے ہیں۔ مگر ابن کثیرؒ نے اُن روایات میں کلام کیا ہے۔ اور ترجیح اس قول کو دی ہے کہ "نحر" کے معنی قربان کرنیکے ہیں۔ گویا اس میں مشرکین پر تعریض ہوئی کہ وہ نماز اور قربانی بتوں کے لئے کرتے تھے مسلمانوں کو یہ کام خالص خدائے واحد کے لئے کرنے چاہئیں
ف۹ بعض کفار حضورؐ کی شان میں کہتے تھے کہ اس شخص کے کوئی بیٹا نہیں۔ بس زندگی تک اس کا نام ہے پیچھے کون نام لیگا۔ ایسے شخص کو اُنکے محاورات میں "ابتر" کہتے تھے۔ "ابتر" اصل میں دم کٹے جانور کو کہتے ہیں جس کے پیچھے کوئی نام لینے والا نہ رہے، گویا اُس کی دُم کٹ گئی۔ قرآن نے بتلایا کہ جس شخص کو اللہ خیر کثیر عنایت فرمائے اور ابدالآباد تک نام روشن کرے اُسے "ابتر" کہنا پرلے درجہ کی حماقت ہے حقیقت میں "ابتر" وہ ہے جو ایسی مقدس و مقبول ہستی سے بغض و عناد اور عداوت رکھے اور اپنے پیچھے کوئی ذکرِ خیر اور اثر نیک نہ چھوڑے۔ آج ساڑھے تیرہ سو برس کے بعد ماشاء اللہ حضورؐ کی رُوحانی اولاد سے دنیا پٹی پڑی ہے اور جسمانی دختری اولاد بھی بکثرت مُلکوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ آپ کا دین، آپ کے آثار صالحہ عالم میں چمک رہے ہیں۔ آپ کی یاد نیکنامی اور محبت و عقیدت کے ساتھ کروڑوں انسانوں کے دلوں کو گرما رہی ہے۔ دوست دشمن سب آپ کے اصلاحی کارناموں کا صدق دل سے اعتراف کر رہے ہیں۔ پھر دنیا سے گزر کر آخرت میں جس مقام محمود پر

(باقی صفحہ ۸۰۵)

بقیہ فوائد صفحہ ۸۰۴ - آپ کھڑے ہونگے اور جو مقبولیت و متبوعیت عامہ آپ کو علی رؤس الاشہاد حاصل ہوگی وہ الگ رہی - کیا ایسی دائم البرکۃ ہستی کو العیاذ باللہ "ابتر" کہا جا سکتا ہے؟ اس کے مقابل اُس گستاخ کو خیال کرو جس نے یہ کلمہ زبان سے نکالا تھا - اُس کا نام و نشان کہیں باقی نہیں - نہ آج بھلائی کے ساتھ اُسے کوئی یاد کرنیوالا ہے - یہ ہی حال اُن تمام گستاخوں کا ہوا جنہوں نے کسی زمانہ میں آپؐ کے بغض و عداوت پر کمر باندھی اور آپ کی شانِ مبارک میں گستاخی کی اور اسی طرح آیندہ ہوتا رہیگا۔

فوائد صفحہ ہذا - ف۱ چند رؤسائے قریش نے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آؤ ہم تم صلح کرلیں - کہ ایک سال تک آپ ہمارے معبودوں کی پرستش کیا کریں، پھر دوسرے سال ہم آپ کے معبود کو پوجیں - اس طرح دونوں فریق کو ہر ایک کے دین سے کچھ نہ کچھ حصہ مل جائیگا - آپؐ نے فرمایا خدا کی پناہ کہ میں اُس کے ساتھ (ایک لمحہ کے لئے بھی) کسی کو شریک ٹھہراؤں، کہنے لگے اچھا تم ہمارے بعض معبودوں کو مان لو - (اُنکی مذمت نہ کرو) ہم تمہاری تصدیق کرینگے اور تمہارے معبود کو پوجینگے - اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی، اور آپ نے اُنکے مجمع میں پڑھ کر سنائی - جس کا خلاصہ مشرکین کے طور و طریق سے بکلی بیزاری کا اظہار اور انقطاع تعلقات کا اعلان کرنا ہے - بھلا انبیاء علیہم السلام جن کا پہلا کام شرک کی جڑیں کاٹنا ہے ایسی ناپاک اور گندی صلح پر کب راضی ہو سکتے ہیں - فی الحقیقت اللہ کے معبود ہونے میں تو کسی مذہب والے کو اختلاف ہی نہیں خود مشرکین اس کا اقرار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم بتوں کی پرستش بھی اسی لئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ سے نزدیک کر دینگے۔ "مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى" (زمر - رکوع۱) اختلاف جو کچھ ہے غیر اللہ کی پرستش میں ہے لہٰذا صلح کی جو صورت قریش نے پیش کی تھی اُس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ وہ تو برابر اپنی روش پر قائم رہیں یعنی اللہ اور غیر اللہ دونوں کی پرستش کیا کریں اور آپ اپنے مسلک توحید سے دستبردار ہو جائیں - اس گفتگوئے مصالحت کو ختم کرنے کے لئے یہ سورت اُتاری گئی ہے۔

ف۲ یعنی خدا کے سوا جو معبود تم نے بنا رکھے ہیں میں فی الحال اُن کو نہیں پُوج رہا اور نہ تم اُس احد و صمد خدا کو بلا شرکت غیرے پُوجتے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔

ف۳ یعنی آئندہ بھی میں تمہارے معبودوں کو کبھی پُوجنے والا نہیں اور نہ تم میرے معبود واحد کی بلا شرکت غیرے پرستش کرنیوالے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ میں موحّد ہو کر شرک نہیں کر سکتا نہ اب نہ آئندہ اور تم مشرک رہ کر موحّد نہیں قرار دیئے جا سکتے، نہ اب نہ آئندہ، اس تقریر کے موافق آیتوں میں تکرار نہیں رہی۔ (**تنبیہ**) بعض علماء نے یہاں تکرار کو تاکید پر حمل کیا ہے اور بعض نے پہلے دو جملوں میں حال و استقبال کی نفی، اور اخیر کے دو جملوں میں ماضی کی نفی مراد لی ہے - کما صرح بہ الزمخشری اور بعض نے پہلے جملوں میں حال کا اور اخیر کے جملوں میں استقبال کا ارادہ کیا ہے - کما یظہر من الترجمۃ لیکن بعض محققین نے پہلے دو جملوں میں "ما" کو موصولہ اور دوسرے دونوں جملوں میں "ما" کو مصدریہ لے کر یوں تقریر کی ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان نہ معبود میں اشتراک ہے نہ طریق عبادت میں تم بتوں کو پُوجتے ہو، وہ میرے معبود نہیں، میں اُس خدا کو پُوجتا ہوں جس کی شان و صفت میں کوئی شریک نہ ہو سکے، ایسا خدا تمہارا معبود نہیں - علیٰ ہذا القیاس تم جس طرح عبادت کرتے ہو، مثلاً ننگے ہو کر کعبہ کے گرد ناچنے لگے یا ذکر اللہ کی جگہ سیٹیاں اور تالیاں بجانے لگے، میں اس طرح کی عبادت کرنیوالا نہیں - اور میں جس شان سے اللہ کی عبادت بجا لاتا ہوں تم کو اُس کی توفیق نہیں لہٰذا میرا اور تمہارا راستہ بالکل الگ الگ ہے اور احقر کے خیال میں یوں آتا ہے کہ پہلے جملے کو حال و استقبال کی نفی کے لیے رکھا جائے یعنی میں اب یا آیندہ تمہارے معبودوں کی پرستش نہیں کر سکتا جیسا کہ تم مجھ سے چاہتے ہو - اور "وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ" کا مطلب (بقول حافظ ابن تیمیہؒ) یہ لیا جائے کہ (جب میں خدا کا رسول ہوں تو) میری شان یہ نہیں اور نہ کسی وقت مجھ سے ممکن ہے (بامکان شرعی) کہ شرک کا ارتکاب کروں - حتیٰ کہ گزشتہ زمانہ میں نزول وحی سے پہلے بھی جب تم سب پتھروں اور درختوں کو پُوج رہے تھے، میں نے کسی غیر اللہ کی پرستش نہیں کی - پھر اب اللہ کی طرف سے نور وحی و بینات و ہُدیٰ وغیرہ آنے کے بعد کہاں ممکن ہے کہ شرکیات میں تمہارا ہمنوا ہو جاؤں - شاید اسی لئے یہاں "وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ" میں جملہ اسمیہ، اور "مَا عَبَدْتُّمْ" میں صیغۂ ماضی کا عنوان اختیار فرمایا - رہا کفار کا حال، اُس کا بیان دونوں مرتبہ ایک ہی عنوان سے فرمایا۔ "وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ" یعنی تم لوگ تو اپنی سوء استعداد اور انتہائی بدبختی سے اس لائق نہیں کہ کسی وقت اور کسی حال میں خدائے واحد کی بلا شرکت غیرے پرستش کرنے والے بنو - حتیٰ کہ عین گفتگوئے صلح کے وقت بھی شرک کا دُم چھلا ساتھ لگائے رکھتے ہو - اور ایک جگہ "مَا تَعْبُدُوْنَ" بصیغۂ مضارع اور دوسری جگہ "مَا عَبَدْتُّمْ" بصیغۂ ماضی لانے میں شاید اس طرف اشارہ ہو کہ اُن کے معبود ہر روز بدلتے رہتے ہیں جو چیز عجیب سی نظر آئی یا کوئی خوبصورت سا پتھر نظر پڑا اُس کو اُٹھا کر معبود بنا لیا - اور پہلے کو رخصت کیا - پھر ہر موسم کا اور ہر کام کا جدا معبود ہے، ایک سفر کا، ایک حضر کا، کوئی روٹی دینے والا، کوئی اولاد دینے والا، وقس علیٰ ہذا - حافظ شمس الدین ابن قیمؒ نے بدائع الفوائد میں اس سورت کے لطائف و مزایا پر بہت نفیس کلام کیا ہے جس کو معارفِ قرآنی کا شوق ہو - اس کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیئے۔

ف۴ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی تم نے جو ضد باندھی اب سمجھانا کیا فائدہ کریگا جب تک اللہ فیصلہ کرے۔" اب ہم تم سے بکلی بیزار ہو کر اُسی فیصلہ کے منتظر ہیں - اور جو دین قویم اللہ نے ہم کو مرحمت فرمایا ہے اُس پر نہایت خوش ہیں تم نے اپنے لئے بدبختی سے جو روش پسند کی وہ تمہیں مبارک رہے - ہر ایک فریق کو

(باقی فوائد صفحہ ۸۰۷)

سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتُّ اٰيَاتٍ

سورۂ کافرون مکّہ میں نازل ہوئی اور اسکی چھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝۱ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝۲

تو کہہ اے منکرو ف۱ میں نہیں پُوجتا جس کو تم پُوجتے ہو

وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝۳ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا

اور نہ تم پُوجو جس کو میں پُوجوں ف۲ اور نہ مجھ کو پوجنا ہے اُس کا جس کو

عَبَدْتُّمْ ۝۴ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝۵ لَكُمْ

تم نے پُوجا اور نہ تم کو پُوجنا ہے اُس کا جس کو میں پُوجوں ف۳ تم کو

دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝۶

تمہاری راہ اور مجھ کو میری راہ ف۴

سُوْرَةُ النَّصْرِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثُ اٰيَاتٍ

سورۂ نصر مدینہ میں نازل ہوئی اور اسکی تین آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝۱ وَرَاَيْتَ النَّاسَ

جب پہنچ چکے مدد اللہ کی اور فیصلہ ف۵ اور تو دیکھے لوگوں کو

يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝۲ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ

داخل ہوتے دین میں غول کے غول تو پاکی بول اپنے رب

رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝۳

کی خوبیاں ف۶ اور گناہ بخشوا اس سے بیشک وہ معاف کرنیوالا ہے ف۷

بقیہ فوائد صفحہ ۸۰۵ - اُس کی راہ و روش کا نتیجہ مل رہے گا۔ **ف۵** بڑی فیصلہ کُن چیز یہ تھی کہ مکّہ معظمہ (جو گویا زمین پر اللہ کا دارالسلطنت ہے) فتح ہو جائے۔ اسی پر اکثر قبائل عرب کی نظریں لگی ہوئی تھیں۔ اُس سے پہلے ایک ایک دو دو آدمی اسلام میں داخل ہوتے تھے۔ فتح مکّہ کے بعد جوق در جوق داخل ہونے لگے۔ حتیٰ کہ سارا جزیرۂ عرب اسلام کا کلمہ پڑھنے لگا۔ اور جو مقصد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تھا پورا ہوا۔ **ف۶** یعنی سمجھ لیجئے کہ مقصود بعثت کا اور دنیا میں رہنے کا (جو تکمیل دین و تمہید خلافت کبریٰ ہی) پورا ہوا، اب سفرِ آخرت قریب ہے۔ لہٰذا ادھر سے فارغ ہو کر ہمہ تن اُدھر ہی لگ جائیے۔ اور پہلے سے بھی زیادہ کثرت سے اللہ کی تسبیح و تحمید اور ان فتوحات اور کامیابیوں پر اُس کا شکر ادا کیجئے۔ **ف۷** یعنی اپنے لئے اور اُمّت کے لئے استغفار کیجئے۔ (تنبیہ) نبی کریم کا اپنے لئے استغفار کرنا پہلے کئی جگہ بیان ہو چکا ہو، وہیں دیکھ لیا جائے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی قرآن میں ہر جگہ وعدہ ہی فیصلہ کا، اور کافر شتابی کرتے تھے۔ حضرت کی آخر عمر میں مکّہ فتح ہو چکا، قبائل عرب دَل کے دَل مسلمان ہونے لگے۔ وعدہ سچّا ہوا اب اُمّت کے گناہ بخشوایا کر کہ درجہ شفاعت کا بھی ملے۔ یہ سورت اُتری آخر عمر میں، حضرت نے جانا کہ میرا جو کام تھا دنیا میں کر چکا اب سفر ہے آخرت کا"۔

سُوْرَةُ تَبَّتْ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسُ اٰيٰتٍ

سورہ تبّت مکّہ میں نازل ہوئی اور اس کی پانچ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝۱ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ

ٹوٹ گئے ہاتھ ابی لہب کے اور ٹوٹ گیا وہ آپ **ف۱** کام نہ آیا اُس کو مال اُس کا

وَمَا كَسَبَ ۝۲ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝۳ وَّ

اور نہ جو اُس نے کمایا **ف۲** اب پڑیگا ڈیگ مارتی آگ میں **ف۳** اور

امْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝۴ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ

اُس کی جورو جو سر پر لیے پھرتی ہے ایندھن **ف۴** اُس کی گردن میں رسّی ہے

مِّنْ مَّسَدٍ ۝۵

مونجھ کی **ف۵**

سُوْرَةُ الْاِخْلَاصِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعُ اٰيٰتٍ

سورہ اخلاص مکّہ میں نازل ہوئی اور اسکی چار آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ يَلِدْ ۵

تو کہہ وہ اللہ ایک ہے **ف۶** اللہ بے نیاز ہے **ف۷** نہ کسی کو جنا

وَلَمْ يُوْلَدْ ۝۳ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا

نہ کسی سے جنا **ف۸** اور نہیں اُس کے جوڑ کا

اَحَدٌ ۝۴

کوئی **ف۹**

فوائد صفحہ ہذا - ف۱ "ابولہب" (جس کا نام عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی چچا تھا۔ لیکن اپنے کفر و شقاوت کی وجہ سے حضورؐ کا شدید ترین دشمن تھا۔ جب آپؐ کسی مجمع میں پیغامِ حق سُناتے یہ بدبخت پتھر پھینکتا۔ حتیٰ کہ آپ کے پائے مبارک لہولہان ہو جاتے اور زبان سے کہتا کہ لوگو! اس کی بات مت سُنو، یہ شخص (معاذ اللہ) جھوٹا بیدین ہے۔ کبھی کہتا کہ محمد ہم سے اُن چیزوں کا وعدہ کرتے ہیں جو مرنے کے بعد ملیں گی۔ ہم کو تو وہ چیزیں ہوتی نظر نہیں آتیں۔ پھر دونوں ہاتھوں سے خطاب کر کے کہتا "تبا لکما ما اری فیکما شیئا مما یقول محمد" صلی اللہ علیہ وسلم (تم دونوں ٹوٹ جاؤ کہ میں تمہارے اندر اس میں سے کوئی چیز نہیں دیکھتا جو محمدؐ بیان کرتا ہے) ایک مرتبہ حضورؐ نے کوہ "صفا" پر چڑھ کر سب کو پکارا۔ آپ کی آواز پر تمام لوگ جمع ہو گئے۔ آپؐ نے نہایت مؤثر پیرایہ میں اسلام کی دعوت دی۔ ابولہب بھی موجود تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ ہاتھ جھٹک کر، کہنے لگا "تبا لک سائر الیوم الھٰذا جمعتنا؟" (یعنی تو برباد ہو جائے کیا ہم کو اسی بات کے لئے جمع کیا تھا) اور روح المعانی میں بعض سے نقل کیا ہے کہ اُس نے ہاتھوں میں پتھر اُٹھایا کہ آپؐ کی طرف پھینکے۔ غرض اُس کی شقاوت اور حق سے عداوت انتہا کو پہنچ چکی تھی، اس پر جب اللہ کے عذاب سے ڈرایا جاتا تو کہتا کہ اگر سچ مچ یہ بات ہونیوالی ہے تو میرے پاس مال و اولاد بہت ہے۔ اُن سب کو فدیہ میں دے کر عذاب سے چھوٹ جاؤنگا۔ اسکی بیوی اُمِّ جمیل کو بھی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت ضِد تھی۔ جو دشمنی کی آگ ابولہب بھڑکاتا تھا، یہ عورت گویا لکڑیاں ڈال کر اُس کو اور زیادہ تیز کرتی تھی۔ سُورۂ ہذا میں دونوں کا انجام بتلا کر متنبہ کیا ہے کہ مرد ہو یا عورت، اپنا ہو یا بیگانہ، بڑا ہو یا چھوٹا، جو حق کی عداوت پر کمر باندھیگا وہ آخر کار ذلیل اور تباہ و برباد ہو کر رہیگا۔ پیغمبر کی قرابتِ قریبہ بھی اُس کو تباہی سے نہ بچا سکیگی۔ یہ ابولہب کیا ہاتھ جھٹک باتیں بناتا اور اپنی قوتِ بازو پر مغرور ہو کر خدا کے مقدس و معصوم رسُول کی طرف دست درازی کرتا ہے، سمجھ لے کہ اب اُس کے ہاتھ ٹوٹ چکے۔ اُس کی سب کوششیں حق کے دبانے کی برباد ہو چکیں اُس کی سرداری ہمیشہ کے لئے مٹ گئی۔ اُسکے اعمال اکارت ہو گئے اُس کا زور ٹوٹ گیا، اور وہ خود تباہی کے گڑھے میں پہنچ چکا۔ یہ سورت مکّی ہے۔ کہتے ہیں کہ غزوۂ "بدر" سے سات روز بعد اُس کے زہریلی قسم کا ایک دانہ نکلا۔ اور مرض لگ جانے کے خوف سے سب گھر والوں نے الگ ڈال دیا، وہیں مر گیا اور تین روز تک لاش یوں ہی پڑی رہی کسی نے نہ اُٹھائی، جب سڑنے لگی، اُس وقت حبشی مزدوروں سے اُٹھوا کر دبوائی۔ انہوں نے ایک گڑھا کھود کر اُس کو ایک لکڑی سے اندر ڈھلکا دیا اُوپر سے پتھر بھر دیئے۔ یہ تو دنیا کی رسوائی اور بربادی تھی۔ "ولعذاب الاٰخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون"۔ **ف۲** یعنی مال، اولاد، عزت، وجاہت کوئی چیز اُس کو ہلاکت سے نہ بچا سکی۔ **ف۳** یعنی مرنے کے بعد سخت شعلہ زن آگ میں پہنچنے والا ہے۔ شاید اسی مناسبت سے قرآن نے اُس کی کنیت "ابولہب" قائم رکھی۔ دنیا تو اُس کو "ابولہب" اس لئے کہتی تھی کہ اُس کے رخسارے آگ کے شعلے کی طرح چمکتے تھے۔ مگر قرآن نے بتلا دیا کہ وہ اپنے آخری انجام کے اعتبار سے بھی "ابولہب" کہلانے کا مستحق ہے۔ **ف۴** ابولہب کی عورت اُمِّ جمیل باوجود مالدار ہونے کے سخت بخل اور خسّت کی بنا پر خود جنگل سے لکڑیاں چُن کر لاتی، اور کانٹے حضورؐ کی راہ میں ڈال دیتی، تا حضورؐ کو اور آنے جانے والوں کو تکلیف پہنچے۔ فرماتے ہیں کہ وہ جس طرح یہاں حق کی دشمنی اور پیغمبرِ خدا کی ایذا رسانی میں اپنے شوہر کی مددگار ہے، دوزخ میں بھی اسی ہیئت سے اُس کے ہمراہ رہیگی۔ شاید وہاں زقوم اور ضریع کی (جو جہنم کے خاردار درخت ہیں) لکڑیاں اُٹھائے پھرے۔ اور اُن کے ذریعہ سے اپنے شوہر پر عذاب الٰہی کی آگ کو تیز کرتی رہے۔ کما قال ابن اثیر۔ (تنبیہ) بعض نے "حمالۃ الحطب" کے معنے چغلخور کے لئے ہیں۔ اور محاوراتِ عرب میں یہ لفظ اس معنی میں مستعمل ہوتا ہے جیسے فارسی میں بھی ایسے شخص کو "ہیزم کش" کہتے ہیں۔ **ف۵** یعنی بہت مضبوط بٹی ہوئی چبھنے والی۔ اس سے مُراد اکثر مفسرین کے نزدیک دوزخ کے طوق و سلاسل ہیں اور یہ تشبیہ "حمالۃ الحطب" کی مناسبت سے

(باقی برصفحہ ۸۰۸)

سُورَةُ الْفَلَقِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسُ اٰيٰتٍ

سورۂ فلق مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پانچ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴿۱﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ﴿۲﴾

تو کہہ میں پناہ میں آیا صبح کے رب کی ف۱ ہر چیز کی بدی سے جو اس نے بنائی ف۲

وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ﴿۳﴾ وَمِنْ شَرِّ

اور بدی سے اندھیرے کی جب سمٹ آئے ف۳ اور بدی سے

النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ﴿۴﴾ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ

عورتوں کی جو گرہوں میں پھونک ماریں ف۴ اور بدی سے برا چاہنے والے کی

اِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾

جب لگے ٹوک لگانے ف۵

سُورَةُ النَّاسِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتُّ اٰيٰتٍ

سورۂ ناس مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴿۱﴾ مَلِكِ النَّاسِ ﴿۲﴾

تو کہہ میں پناہ میں آیا لوگوں کے رب کی لوگوں کے بادشاہ کی

اِلٰهِ النَّاسِ ﴿۳﴾ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۵ الْخَنَّاسِ ﴿۴﴾

لوگوں کے معبود کی ف۶ بدی سے اس کی جو پھسلائے اور چھپ جائے ف۷

الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ﴿۵﴾

وہ جو خیال ڈالتا ہے لوگوں کے دل میں

بقیہ فوائد صفحہ ۸۰۶ - دی گئی ہے۔ کیونکہ لکڑیوں کا بوجھ اٹھانے میں رسی کی ضرورت پڑتی ہے۔ لکھتے ہیں کہ اس عورت کے گلے میں ایک ہار بہت قیمتی تھا۔ کہا کرتی تھی کہ لات وعزیٰ کی قسم اس کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عداوت پر خرچ کر ڈالونگی۔ ضرور تھا کہ دوزخ میں بھی اُس کی گردن ہار سے خالی نہ رہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ اس بدبخت کی موت بھی اسی طرح واقع ہوئی، لکڑیوں کے گٹھے کی رسی گلے میں آپڑی جس سے گلا گھٹ کر دم نکل گیا۔

ف۶ یعنی جو لوگ اللہ کی نسبت پوچھتے ہیں کہ وہ کیسا ہے، اُن سے کہہ دیجئے کہ وہ ایک ہے، جس کی ذات میں کسی قسم کے تعدد و تکثر اور دوئی کی گنجائش نہیں۔ نہ اُس کا کوئی مقابل، نہ مشابہ، اس میں مجوس کے عقیدہ کا رد ہو گیا جو کہتے ہیں کہ خالق دو ہیں۔ خیر کا خالق "یزداں" اور شر کا "اہرمن"۔ نیز ہنود کی تردید ہوئی جو تینتیس کروڑ دیوتاؤں کو خدائی میں حصہ دار ٹھہراتے ہیں۔

ف۷ "صمد" کی تفسیر کئی طرح کی گئی ہے۔ طبرانی اُن سب کو نقل کر کے فرماتے ہیں "وکل ھٰذہٖ صحیحۃ وھی صفات ربنا عزوجل ھوالذی یصمد الیہ فی الحوائج وھوالذی قد انتھی سؤددہٗ وھو الصمد الذی لاجوف لہٗ ولا یاکل ولا یشرب وھوالباقی بعد خلقہٖ" (ابن کثیر) (یہ سب معانی صحیح ہیں اور یہ سب ہمارے رب کی صفات ہیں۔ وہ ہی ہے جس کی طرف تمام حاجات میں رجوع کیا جاتا ہے یعنی سب اُسکے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اور وہ ہی ہے جس کی بزرگی اور فوقیت تمام کمالات اور خوبیوں میں انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ اور وہ ہی ہے جو کھانے پینے کی خواہشات سے پاک ہے۔ اور وہ ہی ہے جو خلقت کے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہنے والا ہے) اللہ تعالیٰ کی صفت صمدیت سے اُن جاہلوں پر رد ہوا جو کسی غیر اللہ کو کسی درجہ میں مستقل اختیار رکھنے والا سمجھتے ہوں نیز آریوں کے عقیدۂ مادہ و روح کی تردید بھی ہوئی۔ کیونکہ اُن کے اصول کے موافق اللہ تو عالم کے بنانے میں ان دونوں کا محتاج ہے اور یہ دونوں اپنے وجود میں اللہ کے محتاج نہیں۔ (العیاذ باللہ)

ف۸ یعنی نہ کوئی اُس کی اولاد، نہ وہ کسی کی اولاد، اس میں اُن لوگوں کا رد ہوا جو حضرت مسیحؑ کو یا حضرت عزیرؑ کو خدا کا بیٹا اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے ہیں۔ نیز جو لوگ مسیحؑ کو یا کسی بشر کو خدا مانتے ہیں اُن کی تردید "لم یولد" میں کر دی گئی۔ یعنی خدا کی شان یہ ہے کہ اُس کو کسی نے جنا نہ ہو۔ اور ظاہر ہے حضرت مسیحؑ ایک پاکباز عورت کے پیٹ سے پیدا ہوئے پھر وہ خدا کس طرح ہو سکتے ہیں۔

ف۹ جب اُس کے جوڑ کا کوئی نہیں تو جورو یا بیٹا کہاں سے ہو۔ اس جملہ میں اُن اقوام کا رد ہو گیا جو اللہ کی کسی صفت میں کسی مخلوق کو اُس کا ہمسر ٹھہراتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض گستاخ تو اس سے بڑھ کر صفات دوسروں میں ثابت کر دیتے ہیں۔ یہود کی کتابیں اٹھا کر دیکھو ایک دنگل میں خدا کی کشتی یعقوب علیہ السلام سے ہو رہی ہے، اور یعقوبؑ خدا کو پچھاڑ دیتے ہیں۔ (العیاذ باللہ) كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا۔ اِنّی اسالک یا اللّٰہ الواحد الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہٗ کفوًا احد ان تغفرلی ذنوبی انک انت الغفور الرحیم۔

فوائد صفحہ ہذا۔ ف۱ یعنی جو رات کی ظلمت پھاڑ کر صبح کی روشنی نمودار کرتا ہے۔

ف۲ یعنی ہر ایسی مخلوق جس میں کوئی بدی ہو اُس کی بدی سے پناہ مانگتا ہوں۔ آگے بمناسبت مقام چند مخصوص چیزوں کا نام لیا ہے۔

ف۳ یعنی رات کا اندھیرا کہ اُس میں اکثر شرور خصوصاً سحر وغیرہ بکثرت واقع ہوتے ہیں، یا چاند کا گہن یا آفتاب کا غروب مراد ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "اس میں سب تاریکیاں آگئیں ظاہر اور باطن کی۔ اور تنگدستی اور پریشانی اور گمراہی"۔

ف۴ نفاثات فی العقد سے وہ عورتیں یا وہ جماعتیں یا وہ نفوس مراد ہیں جو ساحرانہ عمل کرنے کے وقت کسی تانت یا رسی یا بال وغیرہ میں کچھ پڑھ کر اور پھونک مار کر گرہ لگایا کرتے ہیں حضورؐ پر جو سحر لبید بن اعصم نے کیا تھا، لکھا ہے کہ بعض لڑکیاں بھی اُس میں شریک تھیں واللہ اعلم۔

ف۵ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "اُس وقت اُس کی ٹوک لگ جاتی ہے۔ بیشک ٹوک یا نظر لگ جانا ایک امر واقع ہے" لیکن اکثر مفسرین کے نزدیک "ومن شر حاسدٍ اذا حسد" کا مطلب یہ ہے کہ حاسد جب اپنی قلبی کیفیت کو ضبط نہ کر سکے اور عملی طور پر حسد کا اظہار کرنے لگے، اس کی بدی سے پناہ مانگنا چاہیئے۔ اگر ایک شخص کے دل میں بے اختیار حسد پیدا ہو مگر وہ اپنے نفس کو قابو میں رکھ کر محسود کے ساتھ کوئی ایسا برتاؤ نہ کرے، وہ اس سے خارج ہے۔ نیز یاد رکھنا چاہیئے کہ حسد کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے سے اللہ کی دی ہوئی نعمت کے زوال کا متمنی ہو۔ باقی یہ آرزو کرنا کہ مجھے بھی ایسی نعمت یا اس سے زائد عطا ہو جو فلاں کو عطا ہوئی ہے، حسد میں داخل نہیں۔ اس کو "غبطہ" کہتے ہیں۔ بخاری کی حدیث "لاحسد الا فی اثنتین الخ" میں لفظ "حسد" سے یہی غبطہ مراد ہے۔

ف۶ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی شانِ ربوبیت اور بادشاہت وغیرہ تمام مخلوقات کو شامل ہے، لیکن ان صفات کا جیسا کامل ظہور انسانوں میں ہوا، کسی دوسری مخلوق میں نہیں ہوا۔ اس لئے "رب" اور "ملک" وغیرہ کی اضافت اُن ہی کی طرف کی گئی۔ نیز وسواس میں مبتلا ہونا بجز انسان کے دوسری مخلوق کی شان بھی نہیں۔

ف۷ شیطان نظر سے غائب رہ کر آدمی کو بہکاتا پھسلاتا ہے۔ جب تک آدمی غفلت میں رہا اس کا تسلط بڑھتا رہا۔ جہاں بیدار ہو کر اللہ کو یاد کیا یہ فوراً پیچھے کو کھسکا۔

مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ ﴿۶﴾ ع ۱ / ۳۹

جنوں میں اور آدمیوں میں ف

دُعَاءُ خَتْمِ الْقُرْاٰنِ

قرآن مجید کے ختم کی دُعا

اَللّٰھُمَّ اٰنِسْ وَحْشَتِیْ فِیْ قَبْرِیْ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِالْقُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ وَاجْعَلْهُ

اے اللہ مجھے قبر کی وحشت سے مانوس کر۔ مجھ پر قرآن عظیم (کی برکت) کے سبب سے رحم کر اور اس کو

لِیْ اِمَامًا وَّنُوْرًا وَّھُدًی وَّرَحْمَةً اَللّٰھُمَّ ذَکِّرْنِیْ مِنْهُ مَا نَسِیْتُ وَ

میرا امام اور نور و ہدایت اور رحمت بنا اے اللہ اس میں سے جو بھول گیا ہوں مجھے یاد دلا اور

عَلِّمْنِیْ مِنْهُ مَا جَھِلْتُ وَارْزُقْنِیْ تِلَاوَتَهٗ اٰنَآءَ الَّیْلِ وَاٰنَآءَ النَّھَارِ وَ

جو میں نہیں جانتا سکھا اس سے، اور تلاوت نصیب کر دن اور رات کے وقتوں میں اور

اجْعَلْهُ لِیْ حُجَّةً یَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ

اس کو میرے لئے دلیل بنا اے پالنے والے جہانوں کے

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَّظَاھِرًا وَّبَاطِنًا رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ

تمام تعریف اول و آخر اور ظاہر و باطن اللہ ہی کیلئے ہے، اے پروردگار اگر ہم سے بھول یا چوک

اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

ہوگئی ہو تو ہم سے مواخذہ نہ کیجئے اے پروردگار ہم سے (یہ خدمت) قبول فرمایئے، بیشک آپ سننے (اور) جاننے والے ہیں

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ رَبَّنَا

اے میرے رب مجھ کو بھی نماز کا اہتمام رکھنے والا رکھیے اور میری اولاد میں بھی بعضوں کو اے ہمارے رب اور میری دعا قبول کیجیے اے ہمارے رب

اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ

میری مغفرت کر دیجئے اور میرے ماں باپ کی بھی اور کل مومنین کی بھی حساب قائم ہونے کے دن

ف شیطان جنوں میں بھی ہیں اور آدمیوں میں بھی۔ ”وَکَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا“ (انعام۔ رکوع ۱۴) اللہ تعالیٰ دونوں سے پناہ میں رکھے (تکملہ) اِن دونوں سورتوں کی تفسیر میں علماء و حکماء نے بہت کچھ نکتہ آفرینیاں کی ہیں۔ حافظ ابن قیمؒ، امام رازیؒ، ابن سیناؒ، حضرت شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی کے بیانات درج کرنے کی یہاں گنجائش نہیں صرف استاذالاساتذہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس اللہ روحہ کی تقریر کا خلاصہ درج کرتا ہوں تا فوائد قرآن کے حُسن خاتمہ کے لئے ایک فال نیک ثابت ہو۔

”یہ ایک فطری اور عام دستور ہے کہ باغ میں جب کوئی نیا پودا زمین کو شق کرتا ہوا تخم سے باہر نکل آتا ہے تو باغبان (یامالی) اُس کے تحفظ میں پوری کوشش اور ہمت صرف کر دیتا ہے اور جب تک وہ جُملہ آفات ارضی و سماوی سے محفوظ ہو کر اپنے حدِّ کمال کو نہیں پہنچ جاتا اُس وقت تک بہت زیادہ تردّد اور عرق ریزی کرنا پڑتی ہے۔ اب غور کرنا چاہیئے کہ پودے کی زندگی کو فنا کر دینے والی یا اُس کے ثمرات کے تمتع سے مالک کو محروم بنا دینے والی وہ کون کون سی آفات ہیں جن کے شر اور مضرت سے بچا لینے میں باغبان کو اپنی مساعی کے کامیاب بنانے کی ہر وقت دُھن لگی رہتی ہے۔ ادنیٰ تامّل سے معلوم ہو جائیگا کہ ایسی آفات اکثر چار طرح سے ظہور پذیر ہوتی ہیں جن کے انسداد کے لئے باغبان کو چار امُور کی اشد ضرورت ہے (اوّل) ایسے سبزہ خور جانوروں کے دندان و دہن کو اُس پودے تک پہنچنے سے روکا جائے جن کی جبلت اور خلقت ہیں سبزہ و گیاہ کا کھانا داخل ہے (دوسرے) کنویں یا نہر یا بارش کا پانی اور ہوا اور حرارتِ آفتاب (غرضیکہ تمام اسباب زندگی و ترقی) کے پہنچنے کا پورا انتظام ہو۔ (تیسرے) اوپر سے برف اولہ وغیرہ جو اُس کی حرارت غریزیہ کے احتقان کا باعث ہو، اُس پر گرنے نہ پائے۔ کیونکہ یہ چیز اُس کی ترقی اور نشو و نما کو روکنے والی ہے۔ (چوتھے) مالکِ باغ کا دشمن یا اور کوئی حاسد اُس پودے کی شاخ و برگ وغیرہ کو نہ کاٹ ڈالے۔ یا اُس کو جڑ سے اُکھاڑ کر نہ پھینک دے اگر ان چار باتوں کا خاطر خواہ بندوبست باغبان نے کر لیا تو خدا سے اُمید رکھنا چاہیئے کہ وہ پودا بڑا ہوگا۔ پھُولے پھلیگا، اور مخلوق اُس کی پُرمیوہ شاخوں سے استفادہ کریگی۔ ٹھیک اسی طرح ہم کو خالق ارض و سما سے (جو ربّ الفلق اور فالق الحب والنوٰی اور چمنستان عالم کا حقیقی مالک و مربّی ہے) اپنے شجر وجود اور شجر ایمان کے متعلق ان ہی چار قسم کی آفات سے پناہ مانگنا چاہیئے جو اُوپر مذکور ہوئیں پس معلوم کرنا چاہیئے کہ جس طرح اوّل قسم میں سبزہ خور جانوروں کی ضرر رسانی محض اُن کی طبیعت کے مقتضیات میں سے تھی، اسی طرح ”شر“ کی اضافت ”مَا خَلَقَ“ کی طرف بھی اسی جانب مشیر ہے کہ یہ شر اُس مخلوق میں من حیث ہو مخلوق کے واسطے ثابت ہے اور اُس کے صدور میں بجز اُن کی طبیعت اور پیدائشی دواعی کے اور کسی سبب کو دخل نہیں جیسا کہ سانپ بچھو اور تمام سباع و بہائم وغیرہ میں مشاہدہ کیا جاتا ہے ؎

نیش عقرب نہ از پئے کین است مقتضائے طبیعتش این است

اسکے بعد دوسرے درجہ میں ”غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ“ سے تعوذ کی تعلیم دی گئی ہے جس سے مفسّرین کے نزدیک مُراد یا تو رات ہے جب خوب اندھیری ہو، یا آفتاب ہے جب غروب ہو جائے، یا چاند ہے جب اُسکو گہن لگ جائے ان میں سے کوئی معنی لو۔ اتنی بات یقینی ہے کہ غاسق میں سے شر کا پیدا ہونا اسکے وقوب (کسی چیز کے نیچے چھُپ جانے) پر مبنی ہے اور ظاہر ہے کہ وقوب (چھپ جانے) میں اسکے سوا کوئی بات نہیں کہ ایک چیز کا علاقہ، ہم سے منقطع ہو جائے اور جو فوائد اُس کے ظہور کے وقت ہم کو حاصل ہوتے تھے وہ اب ہاتھ نہ آئیں لیکن جب یہ ہے تو یہ تمثیل اسباب و مسببات سے زیادہ اور کسی چیز پر چسپاں نہیں ہوتی۔ کیونکہ مسبب کا وجود اسباب و معدات کے وجود پر موقوف ہوتا ہے اور جب تک اسباب کا علاقہ مسببات کے ساتھ قائم نہ ہو، ہرگز کوئی مسبب اپنی ہستی میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اور یہی وہ بات ہے جس کو ہم نے آفت کی دوسری قسم میں یہ کہہ کر بیان کیا تھا کہ پانی، ہوا اور حرارتِ آفتاب (غرض کل اسباب زندگی و ترقی) کا اگر خاطر خواہ انتظام نہ ہوا تو وہ پودا اکملا کر خشک ہو جائیگا اب اس کے بعد تیسرا تعوذ ”نفاثات فی العقد“ سے کیا گیا جس سے میں کہہ چکا ہوں کہ ساحرانہ اعمال مُراد ہیں۔ جو لوگ سحر کا وجود تسلیم کرتے ہیں وہ یہ مانتے ہیں کہ سحر کے اثر سے مسحور کو ایسے امُور عارض ہو جاتے ہیں جن سے طبیعت کے اصلی آثار مغلوب ہو کر دب جائیں تو سحر کی یہ آفت اُس آفت سے بہت ہی مشابہ ہوئی جو پودے پر برف وغیرہ گرنے اور حرارت غریزیہ کے مختنق (بند) ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی تھی جس سے اُس کا نشو و نما رُک جاتا تھا۔ لبید بن اعصم کے قصّہ میں جو الفاظ آئے ہیں۔ ”فَقَامَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ کَاَنَّمَا اُنْشِطَ مِنْ عِقَالٍ“ ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کسی چیز نے مستولی ہو کر آپ کے مقتضیات طبیعت کو چھُپا لیا تھا جو جبرئیل علیہ السلام کے تعوذ سے باذن اللہ دفع ہو گئی۔ اب اُن آفات میں سے جن سے تحرّز کرنا ضروری قرار دیا گیا تھا صرف ایک آخری درجہ باقی ہے یعنی کوئی مالک باغ کا دشمن بربنا، عداوت و حسد پودے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے یا اس کی شاخ و برگ کاٹ ڈالے۔ ”شر“ کے اس مرتبہ کو ”مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ“ نے بہت ہی وضاحت کے ساتھ ادا کر دیا ہاں اس تقریر میں اگر کچھ کمی ہے تو صرف اتنی کہ کبھی کبھی تخم کو ان چاروں آفات میں سے کسی کا سامنا کرنا نہیں پڑتا، بلکہ روئیدگی سے پہلے ہی یا تو بعض چیونٹیاں اُس تخم کے باطن میں سے وہ خاص جوہر چوس لیتی ہیں جس سے تخم کی روئیدگی ہوتی ہے اور جس کو ہم ”قلب الحبوب“ یا ”سویدائے تخم“ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ یا اندر ہی اندر گھُن لگ کر کھوکھل ہو جاتا ہے اور قابل نشو و نما نہیں رہتا۔ شاید اسی سرسری کمی کی تلافی کے لئے دوسری سورت میں ”الوسواس الخنّاس“ کے

(باقی صفحہ ۸۰۹)

شر سے استعاذہ کی تعلیم فرمائی گئی۔ کیونکہ "وسواس" اُن ہی فاسد خطرات کا نام ہے جو ظاہر ہو کر نہیں، بلکہ اندرونی طور پر ایمان کی قوت میں رخنہ ڈالتے ہیں۔ اور جن کا علاج عالم الخفیات والسرائر کے سوا کسی کے قبضہ میں نہیں لیکن جب وساوس کا مقابلہ ایمان سے ٹھہرا تو دفع وسواس کے واسطے انہی صفات سے تمسّک کرنے کی ضرورت ہوئی جو ایمان کے اصل مبادی ومناشی گنے جاتے ہیں اور جن سے ایمان کو مدد پہنچتی ہے۔ اب تجربہ سے معلوم ہوا کہ سب سے اوّل ایمان (انقیاد وتسلیم) کا نشوونما حق تعالیٰ کی تربیت ہائے بے پایاں اور انعامات بے غایت ہی کو دیکھ کر حاصل ہوتا ہے۔ پھر جب ہم اُس کی ربوبیت مطلقہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمارا ذہن اِدھر منتقل ہوتا ہے کہ وہ رب العزت مالک الملک اور شہنشاہِ مطلق بھی ہے کیونکہ تربیت مطلقہ کے معنی ہر قسم کی جسمانی ورُوحانی ضروریات بہم پہنچانے کے ہیں اور یہ کام بجز ایسی ذات منبع الکمالات کے اور کسی سے بن نہیں پڑ سکتا جو ہر قسم کی ضروریات کی مالک ہو اور دنیا کی کوئی ایک چیز بھی اُس کے قبضہ اقتدار سے خارج نہ ہو سکے۔ ایسی ہی ذات کو ہم "مالک الملک" اور "شہنشاہ مطلق" کہہ سکتے ہیں۔ اور لاریب اُسی کی یہ شان ہونی چاہیئے۔ "لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ" گویا "مالکیت" یا "ملکیت" ایک ایسی قوت کا نام ہے جس کی فعلیت کا مرتبہ "ربوبیت" سے موسوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ربوبیت کا کل خلاصہ اعطاء منفعت اور دفع مضرت ہے اور ان دونوں چیزوں پر قادر ہونا یہ ملک علی الاطلاق کا منصب ہے۔ پھر ذرا اور آگے بڑھتے ہیں تو ملک علی الاطلاق ہونے ہی سے ہم کو اس کی معبودیت (الٰہیت) کا سُراغ ملتا ہے کیونکہ معبود اسی کو کہتے ہیں جس کے حکم کے سامنے گردن ڈال دی جائے اور اس کے حکم کے مقابلہ میں کسی دوسرے کے حکم کی اصلاً پروانہ کی جائے۔ تو ظاہر ہے کہ یہ انقیاد و بندگی بجز محبت کاملہ اور حکومت مطلقہ کے اور کسی کے سامنے سزاوار نہیں اور ان دونوں چیزوں کا اصلی مستحق اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے معبودیت والٰہیت کی صفت بھی تنہا اسی وحدہٗ لاشریک لہٗ کے لئے ثابت ہو گئی۔ پڑھو "أَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا" غرض سب سے اوّل جو صفت ایمان کا مبدأ اُنتہی ہے وہ ربوبیت ہے اُس کے بعد صفت ملکیّت اور سب کے بعد الوہیت کا مرتبہ ہے۔ پس جو شخص اپنے ایمان کو وسواس شیطانی کی مضرت سے بچانے کے لئے حق تعالیٰ کی بارگاہ میں چارہ جوئی کریگا اُس کو اُسی طرح درجہ بدرجہ نیچے کی عدالت سے اُوپر کی عدالت میں جانا مناسب ہوگا جس طرح خود اُس نے بالترتیب اپنی صفات (رب الناس، ملکِ الناس، الٰہ الناس) کو سورۂ "الناس" میں بیان فرما دیا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ جس طرح مستعاذ بہ کی جانب میں یہاں تین صفتیں بغیر واو عطف اور بغیر اعادہ باجارہ کے مذکور ہیں اسی طرح مستعاذ منہ کی جانب بھی تین چیزیں نظر آتی ہیں جو صفت در صفت کر کے بیان کی گئی ہیں۔ اس کو یوں سمجھ سکتے ہو کہ لفظ وسواس کو صفت الوہیت کے مقابلہ میں رکھو، کیونکہ جس طرح مستعاذ بہ حقیقی "الٰہ الناس" ہے اور "ملک" و "رب" اُسی تک رسائی حاصل کرانے کے عنوان قرار دیئے گئے ہیں، اسی طرح مستعاذ منہ کی حقیقت یہ ہی وسواس ہے جس کی صفت آگے "خناس" بیان فرمائی ہے "خناس" سے مُراد یہ ہے کہ شیطان بحالتِ غفلت آدمی کے دل میں وسواس ڈالتا رہتا ہے، اور جب کوئی بیدار ہو جائے تو چوروں کی طرح پیچھے کو کھسک آتا ہے ایسے چوروں اور بدمعاشوں کا بندوبست اور اُن کے دستِ تعدی سے رعایا کو مصئون و مامون بنانا بادشاہانِ وقت کا خاص فریضہ ہوتا ہے اس لیے مناسب ہوگا کہ اس صفت کے مقابل "ملک الناس" کو رکھا جائے۔ اور "الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ" جو "خناس" کی فعلیت کا درجہ ہے اور جس کو ہم چور کے نقب لگانے سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ اس کو "رب الناس" کے مقابلہ میں (جو حسبِ تحریرِ سابق "ملک الناس" کی فعلیت کا مرتبہ ہے) شمار کیا جائے۔ پھر دیکھیئے کہ مستعاذ منہ اور مستعاذ بہ میں کس قدر تام اور کامل تقابل ظاہر ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم باسرار کلامہ۔ (**تنبیہ**) کئی صحابہ (مثلاً عائشہ صدیقہ، ابن عباس زید بن ارقم رضی اللہ عنہم) سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض یہود نے سحر کیا جس کے اثر سے ایک طرح کا مرض سا بدن مُبارک کو لاحق ہو گیا۔ اس دَوران میں کبھی ایسا بھی ہوا کہ آپ ایک دُنیوی کام کر چکے ہیں، مگر خیال گزرتا تھا کہ نہیں کیا۔ یا ایک کام نہیں کیا اور خیال ہوتا تھا کہ کر چکے ہیں۔ اس کے علاج کے واسطے اللہ تعالیٰ نے یہ دَو سورتیں نازل فرمائیں اور ان کی تاثیر سے وہ اثر باذن اللہ زائل ہو گیا۔ واضح رہے کہ یہ واقعہ صحیحین میں موجود ہے جس پر آج تک کسی محدث نے جرح نہیں کی۔ اور اس طرح کی کیفیت منصب رسالت کے قطعاً منافی نہیں۔ جیسے آپؐ کبھی کبھی بیمار ہوئے بعض اوقات غشی طاری ہو گئی یا کئی مرتبہ نماز میں سہو ہو گیا، اور آپؐ نے فرمایا "إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أَنْسَى كَمَا تَنْسَوْنَ فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي" (میں بھی ایک بشر ہی ہوں جیسے تم بھولتے ہو، میں بھی بھولتا ہوں، میں بھول جاؤں تو یاد دلا دیا کرو) کیا اس غشی کی کیفیت اور سہو ونسیان کو پڑھ کر کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اب وحی پر اور آپؐ کی دوسری باتوں پر کیسے یقین کریں ممکن ہے اُن میں بھی سہو ونسیان اور بھول چوک ہو گئی ہو۔ اگر وہاں سہو ونسیان کے ثبوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ وحی الٰہی اور فرائض تبلیغ میں شکوک وشبہات پیدا کرنے لگیں، تو اتنی بات سے کہ احیاناً آپ ایک کام کر چکے ہوں اور خیال گزرے کہ نہیں کیا، کس طرح لازم آیا کہ آپ کی تمام تعلیمات اور فرائضِ بعثت سے اعتبار اُٹھ جائے۔ یاد رکھیئے سہو ونسیان، مرض اور غشی وغیرہ عوارض خواص بشریت سے ہیں۔ اگر انبیاء بشر ہیں، تو ان خواص کا پایا جانا اُن کے رُتبہ کو کم نہیں کرتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جب ایک شخص کی نسبت دلائل قطعیہ اور براہین نیرّہ سے ثابت ہو جائے کہ وہ یقیناً اللہ کا سچا رسول ہے، تو ماننا پڑیگا کہ اللہ نے اس کی عصمت کا تکفل کیا ہے اور وہی اُس کو اپنی وحی کے یاد کرانے سمجھانے اور پہنچانے کا ذمہ دار ہے ناممکن ہے کہ اُسکے فرائض دعوت وتبلیغ کی انجام دہی میں کوئی طاقت خلل ڈال سکے۔ نفس ہو یا شیطان، مرض ہو، یا جادو، کوئی چیز ان امُور میں رخنہ اندازی نہیں کر سکتی، جو مقصد بعثت کے متعلق ہیں کفار جو انبیاء کو "مسحور" کہتے تھے، چونکہ اُن کا مطلب نبوت کا ابطال اور یہ ظاہر کرنا تھا کہ جادو کے اثر سے ان کی عقل ٹھکانے نہیں رہی، گویا "مسحور" کے معنی "مجنون" کے لیتے تھے اور وحی الٰہی کو جوشِ جنون قرار دیتے تھے (العیاذ باللہ) اس لیے قرآن میں ان کی تکذیب وتردید ضروری ہوئی۔ یہ دعوٰی کہیں نہیں کیا گیا کہ انبیاء علیہم السلام لوازم بشریت سے مستثنٰی ہیں۔ اور کسی وقت ایک آن کے لئے کسی نبی پر سحر کا معمولی اثر جو فرائضِ بعثت میں اصلاً خلل انداز نہ ہو نہیں ہو سکتا۔ (**تنبیہ دوم**) معوذتین کے قرآن ہونے پر تمام صحابہؓ کا اجماع ہے اور اُنکے عہد سے آج تک بتواتر ثابت ہے۔ صرف ابن مسعودؓ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ ان دو سورتوں کو اپنے مُصحف میں نہیں لکھتے تھے لیکن واضح رہے کہ اُن کو بھی ان سورتوں کے کلام اللہ ہونے میں شبہ نہ تھا۔ وہ مانتے تھے کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور لاریب آسمان سے اُترا ہے مگر اُن کے نازل کرنیکا مقصد رُقیہ اور علاج تھا معلوم نہیں کہ تلاوت کی غرض سے اُتاری گئی یا نہیں اس لئے ان کو مصحف میں درج کرنا اور اُس قرآن میں شامل کرنا جس کی تلاوت نماز وغیرہ میں مطلوب ہے خلاف احتیاط ہے۔ روح البیان میں ہے "إنّه كان لا يعد المعوذتين من القرآن وكان لا يكتبهما في مصحفه يقول انهما منزلتان من السماء وهما من كلام رب العالمين ولكن النبي عليه الصلوٰة والسلام كان يرقي ويعوذ بهما فاشتبه عليه انهما من القرآن اوليستا منه فلم يكتبهما في المصحف" (صفحہ ۲۳۷، جلد ۴) قاضی ابوبکر باقلانی لکھتے ہیں: "لم ينكر ابن مسعود كونهما من القرآن وانما انكر اثباتهما في المصحف فانه كان يرى ان لا يكتب في المصحف شيئا الا ان كان النبي صلى الله عليه وسلم اذن في كتابته فيه وكانه لم يبلغه الاذن" (فتح الباری صفحہ ۵۷۱ جلد ۸) حافظ نے ایک اور عالم کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں "لم يكن اختلاف ابن مسعود مع غيره في قرآنيتهما وانما كان في صفة من صفاتهما" (فتح الباری صفحہ ۵۷۱ جلد ۵) بہر حال اُن کی یہ رائے بھی شخصی اور انفرادی تھی اور جیسا کہ بزار نے تصریح کی ہے کسی ایک صحابی نے اُن سے اتفاق نہیں کیا اور بہت ممکن ہے کہ جب تواتر سے اُن کو ثابت ہو گیا ہو کہ یہ بھی قرآن متلو ہے تو اپنی رائے پر قائم نہ رہے ہوں۔ اس کے علاوہ ان کی یہ انفرادی رائے بھی محض خبر واحد سے معلوم ہوئی ہے جو تواتر قرآنی کے مقابلہ میں قابل سماعت نہیں ہو سکتی۔ شرح مواقف میں ہے۔ "ان اختلاف الصحابة في بعض سور القرآن مروي بالاحاد المفيدة للظن ومجموع القرآن منقول بالتواتر المفيد لليقين الذي يضمحل الظن في مقابلته فتلك الاحاد مما لا يلتفت اليه ثم ان سلمنا اختلافهم فيما ذكر قلنا انهم لم يختلفوا في نزوله على النبي صلى الله عليه وسلم ولا في بلوغه في البلاغة حد الاعجاز بل في مجرد كونه من القرآن وذلك لا يضر فيما نحن بصدده" اھ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ "واجيب باحتمال انه كان متواترا في عصر ابن مسعود لكن لم يتواتر عند ابن مسعود فانحلت العقدة بعون الله تعالى" الخ اور صاحب المعانی کہتے ہیں۔ "ولعل ابن مسعود رجع عن ذلك" اھ۔

اُس ربّ کریم کا شکر کس زبان سے کروں - جس کی خالص توفیق وتیسیر سے آج یہ مہتم بالشان کام انجام کو پہنچا۔ الٰہی! آج عرفہ کے مبارک دن اور وقوف عرفات کے وقت تیرے کلامِ پاک کی ایک مختصر سی خدمت جو محض تیرے فضل واعانت سے اختتام پذیر ہوئی، تیری بارگاہ قدس میں بصد عجز ونیاز پیش کرتا ہوں۔ تو اپنے فضل وکرم سے اس کو قبول فرما اور مقبول بنا۔ الٰہی! میں معترف ہوں کہ اس خدمت کی انجام دہی میں حق اخلاص ادا نہیں ہو سکا لیکن تیری رحمت ورافت جب سیئات کو حسنات سے بدل ڈالتی ہے اُس کے لئے ایک صورت حسنہ کو حقیقت حسنہ بنا دینا کیا بڑی بات ہے۔ میرا گمان تیرے ساتھ

یہی ہے کہ تو اپنی نکتہ نوازی سے اس ناچیز عمل کو زندۂ جاوید بنائیگا، اور اس کے نیک ثمرات سے دارین میں مجھ کو متمتع فرمائیگا۔ اے اللہ! تو اپنے قرآن پاک کی برکت سے میری، میرے والدین کی، میرے شیوخ و اساتذہ کی، میرے اقارب و احباب کی، اور اُن کی جو اس کارِ خیر کے محرک و داعی بنے، یا جنہوں نے اس عظیم الشان کام میں رفاقت و اعانت کی، سب کی مغفرت فرمائیے اور سب کو دنیا و آخرت کی بلاؤں سے مامون و مصئون رکھیے اور حضرت مترجم قدس سرہٗ کے ساتھ جنت الفردوس میں جمع کیجئے۔ ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم اللهم آنس وحشتي في قبري اللهم ارحمني بالقرآن العظيم واجعله لي اماما ونورا وهدى ورحمة اللهم ذكرني منه ما نسيت وعلمني منه ما جهلت وارزقني تلاوته آناء الليل وآناء النهار واجعله حجة لي يا رب العالمين.

ونعم ما قیل: اوّل و آخر قرآن زچہ با آمد و سین یعنی اندر دو جہاں رہبر ما قرآن بس۔

۹۔ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ
دیوبند

العبد الفقیر
فضل اللہ المدعو بہ شبیر احمد ابن مولانا فضل الرحمٰن العثمانی
قدکان ابی عثمانی بفضل اللہ وکان ینشد:۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ ولو کرہ الاعداء من کل حاسد!